Regd. No- LW/NP/63
APR 2003
Fortnightly
Tameer-e-Hayat
Nadwatul Ulama, Lucknow-226 007
R.N.I. No- UP.URD/2001/6071
Vol.2, Issue No: 2

تعمیر حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ

۲۵/اپریل ۲۰۰۳ء

کسی ایک ہفتہ کے واقعات یا کسی ایک ہی دن کا اخبار دیکھ کر آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ گویا مسلمان ہر جگہ جھنجھوڑے اور جگائے جارہے ہیں، اور مختلف قسم کے اشارات اور خطرات کی علامات ان کی تنبیہ وعبرت کا سامان کررہے ہیں، صاف معلوم ہوتا ہے کہ امت کے لئے ایک زندگی سے دوسری زندگی کو منتقل ہونے کا مرحلہ یا دوراہا سامنے آگیا ہے، اور عالمگیر پیمانہ پر ان میں تبدیلی وانقلابات کا سامان ہورہا ہے، اور ان کو اپنا منصب ومقام یاد دلایا جارہا ہے، دنیا میں جابجا ان واقعات کا اثر پڑ رہا ہے اور مسلمانوں میں اپنے مقصدِ زندگی اور اصل مشغلۂ زندگی کی طرف بازگشت کے کچھ آثار پیدا ہوچلے ہیں۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

مہمان خانہ دارالعلوم ندوۃ العلماء

Rs. 7/-

دنیائے علم وفن کا ایک شاہکار

طبی دنیا کی ایک اہم ضرورت

وصی میڈیکل ڈکشنری (انگریزی اردو)

(از۔ مولانا حکیم عزیز الرحمن اعظمی)

جس میں علم طب کے ہر شعبہ سے متعلق امکانی لغات ومصطلحات (ترجمہ وتشریح کے ساتھ) بڑی عرق ریزی سے جمع کردئے گئے ہیں۔

رعایتی قیمت کے ساتھ دستیاب ہے۔

ملنے کے پتے: (۱) مکتبہ فردوس۔ مکارم نگر (پرولیا) نیگور مارگ لکھنؤ (۲) مکتبہ ندویہ، پوسٹ بکس ۹۳، لکھنؤ ۷

MAU
LALTEL
10 ML
INDICATION FOR
JOINTS
MUSCLES
SWELLING
CUTS BURNS &
CHILD'S NARIYAL
GIRHAST CHEMICALS CO.

PH: 0547-2520675
MOBILE: 9839059691

درد سے فوراً آرام

منوّلال تیل

جوڑوں کے درد، چوٹ، موچ، زخم، جلنے، کٹنے، ورم، بچوں کے سردی لگ جانے میں مفید ہے۔

تیار کردہ

Girhast Chemicals Company
Maunath Bhanjan-MAU-275101 (U.P.)

Ph. Nos 2260433- 2242946

جدید ودلکش سونے چاندی کے زیورات کے لئے
ہمارے شوروم میں
آپ کا خیر مقدم ہے

گہنہ پیلیس
Gahna Palace

حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں محمد معروف خاں

ایک بلاک مسجد کے سامنے اکبری گیٹ چوک لکھنؤ

طلباء اور تاجران کتب کے لئے خاص رعایت

تاج
اسلامک جنتری
دستیاب ہے

طلب کریں۔ قیمت ۱۵۰

ہر قسم کے قرآن مجید مترجم، غیر مترجم، حمائل، قاعدے پارے، پنج سورے، عربی، فارسی، اردو کی درسی غیر درسی نیز ہائی اسکول انٹر، جامعہ اردو علی گڑھ کی گائیڈ اور گیس پیپر وغیرہ بہترین اور مناسب قیمت میں ہم سے طلب کریں۔

نوٹ: آپ اپنی ضرورت کی کتب بذریعہ ڈاک بھی طلب کرسکتے ہیں۔

تاج بکڈپو، اکبری گیٹ، چوک لکھنؤ

ریڈی میڈ مردانہ ملبوسات کا قابل اعتماد مرکز

اعلیٰ کوالٹی۔ جدید ترین فیشن کے

Shirt, Trousers Coat Suits, Embroidered, Sherwanis, Pullowrre, Jackets, Kurta, Vastecoat suit, Night suits& ties

شادی بیاہ، تیوہار اور پارٹی کے موقع کے لئے شاندار ذخیرہ

تشریف لائیں

MEN MARK®
Men's Exclusive
58, Halwasia Market.
Hazratganj, Lucknow
Ph.: Shop:216948 Resi.: 227443

برنیال
برنیال کتین امرود فوائد
BURNOL
حسنی فارمیسی

چشمہ ساگر

ہمارے یہاں کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ کی جاتی ہے۔

AUTO REFRECTO METER AR-660

فوٹو کرامک ☆ کوٹیڈ لینس ☆ ہائی انڈیکس ریزی لینس
لینس پاور اور دھوپ کے چشموں کا قابل اعتماد مرکز

ایک بار خدمت کا موقع دیں

آپٹیشین: اے۔ رحمٰن (علیگ)

شنکر جی کی مورتی کے نزدیک، معتبر گنج، اعظم گڑھ

Office Ph. No 2787250 (Ext.) 18, Guest House - 2323864 Fax No- 0522-2787310, 2788376
Printed And Published by Athar Husain on behalf of Nadwatul Ulama at Panch Pir Press, Lucknow

تمہاری دعا کیسے قبول ہو!

ایک شخص نے حضرت ابراہیم بن ادہم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مجھ سے دعا مانگو، میں دعا قبول کروں گا۔ ہم بہت دعائیں کرتے ہیں لیکن قبول نہیں ہوتیں۔

حضرت ابراہیم بن ادہم نے جواب دیا: تمہارے دل دس چیزوں کی وجہ سے مردہ ہو چکے ہیں پھر دعا کیسے قبول ہو!

۱۔ خدا کی ذات وصفات پر ایمان لانے کے باوجود تم اس کے حکموں کو توڑتے ہو۔

۲۔ خدا کی کتاب پڑھتے ہو اور اس کو پس پشت ڈال دیتے ہو۔

۳۔ ابلیس لعین سے دشمنی کا اعلان کرتے ہو لیکن چلتے اسی کی راہ پر ہو۔

۴۔ محبتِ رسولؐ کا دعویٰ کرتے ہو لیکن آپ ﷺ کی سنتوں پر عمل نہیں کرتے۔

۵۔ جنت کے آرزومند وطالب تو ہو لیکن اس کے لئے عمل نہیں کرتے۔

۶۔ دوزخ کا خوف تو ظاہر کرتے ہو مگر معاصی سے اجتناب نہیں کرتے۔

۷۔ تم جانتے ہو کہ موت یقینی ہے مگر اس کے لئے تیاری نہیں کرتے ہو۔

۸۔ دن رات غیروں کی عیب جوئی میں لگے رہتے ہو، لیکن اپنے عیوب پر نظر نہیں جاتی۔

۹۔ خدا کا دیا ہوا رزق کھاتے ہو لیکن اس کا شکر نہیں ادا کرتے ہو۔

۱۰۔ تم اپنے مردوں کو قبر میں اتارتے رہتے ہو مگر اس سے ذرا بھی عبرت نہیں حاصل کرتے۔

﴿المنبّهات﴾

پندرہ روزہ تعمیر حیات لکھنؤ

اشاعت کے ۴۰ سال

جلد نمبر ۴۰ — شمارہ نمبر ۱۲

۲۵ اپریل ۲۰۰۳ء مطابق ۲۲ صفر المظفر ۱۴۲۴ھ

زیر سرپرستی :

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

(ناظم ندوۃ العلماء)

نگران خصوصی :

حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی

(معتمد تعلیم، ندوۃ العلماء، لکھنؤ)

پروفیسر وصی احمد صدیقی

(معتمد مال، ندوۃ العلماء، لکھنؤ)

مدیر عام — مولانا شمس الحق ندوی

رئیس التحریر — امین الدین شجاع الدین

معاون — ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

معاون — محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت

- مولانا نذر الحفیظ ندوی
- مولانا عبدالله حسنی ندوی
- مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری

زرتعاون

سالانہ : -/۱۵۰ روپے ——— فی شمارہ -/۷ روپے

ایشیائی ممالک، یورپی، افریقی وامریکی ممالک ——— -/۳۵ ڈالر

ڈرافٹ مینیجر تعمیر حیات لکھنؤ کے نام بنوائیں

ترسیل زر اور خط وکتابت کا پتہ

Tameer-e-Hayat

Post Box No.93, Nadwatul Ulama Lucknow-226007

فون (دفتر) 18 2787250(Ext) مہمان خانہ (0522)2740151

Website : www.nadwatululama.org

E-mail : nadwa@sancharnet.in

thetameer-e-hayat@nadwatululama.org

مضامین ومندرجات سے متعلق سارے امور میں رئیس التحریر سے خط وکتابت کی جائے اور انتظامی امور میں مدیر عام سے رجوع کریں۔

پرنٹر پبلشر اطہر حسین نے پارکیو آفسٹ پرنٹنگ پریس، نیگور مارگ لکھنؤ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

اس شمارے میں

بسم اللہ

- پہلے یہ چند باتیں — رئیس التحریر — ۲
- رئیس التحریر کی میز سے
- سقوط بغداد پہ دو آنسو — امین شجاع — ۳
- فکرِ ابوالحسن علی ندوی
- بجلیاں برسے ہوئے بادل میں بھی خوابیدہ ہیں — ڈاکٹر محسن عثمانی ندوی — ۵
- پیش رفت
- سکریٹری رپورٹ، رابطہ ادب اسلامی کا
- ۱۹ رواں مذاکرۂ علمی، بھوپال — مولانا واضح رشید ندوی — ۷
- اعجاز قرآن
- معجزہ اور سحر کا فرق — مولانا عبداللہ عباس ندوی — ۱۰
- صہیونیت
- وہ دنیا کو اس کے لئے تیار کر رہے ہیں — مولانا سید سلمان الحسینی — ۱۴
- عالم اسلام
- صلیبی جنگ یا نو راکشتی؟ — مولانا نذر الحفیظ ندوی — ۱۹
- سفرنامہ
- آسٹریلیا کا ایک سفر — ڈاکٹر انس ندوی — ۲۲
- شعروادب
- حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کے مزار پر — مولانا محمد ثانی حسنیؒ — ۲۵
- غزل — منور رانا — ۳۰
- یادرفتگاں
- مولانا ضیاء الحسن ندوی
- خوش خصال وخوش کلامؒ — ڈاکٹر سید اجتباء ندوی — ۲۶
- اسلام اور ثقافت
- مالابار میں اسلامی ثقافت کا ارتقاء — ڈاکٹر سید احتشام احمد ندوی — ۲۹
- احکام ومسائل
- سوال وجواب — مفتی محمد طارق ندوی — ۳۱
- عالمی خبریں — معید اشرف ندوی — ۳۲

اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ اس شمارے کے ساتھ آپ کا زرتعاون ختم ہو چکا ہے، ازراہ کرم سالانہ زرتعاون ۱۵۰ روپے ارسال فرما کر ممنون فرمائیں۔

بسم اللہ

پہلے یہ چند باتیں

قارئین کرام! ..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوچتا ہوں کہ آپ کو کیا لکھوں اور کیسے لکھوں؟ سقوطِ بغداد کے بعد کے اندیشوں پر جب بھی کوئی دلِ دردمند غور کرے گا تو اس کا دلگیر ہونا ایک طبعی بات ہے، سقوطِ بغداد محض ایک واقعہ نہیں بلکہ سوچے سمجھے منصوبہ کی ایک کڑی، اور خدانخواستہ مستقبل قریب کے متوقع واقعات کے سلسلہ کا نقطۂ آغاز معلوم ہوتا ہے۔۔۔ وہ رسائل ہی کیا، جو درپیش مسائل پر خاموش رہیں، چنانچہ اس شمارہ میں سقوطِ بغداد پر راقم السطور کے علاوہ مولانا نذر الحفیظ ندوی نے بھی قلم اٹھایا ہے، نیز مولانا سلمان الحسینی کے مضمون ''وہ دنیا کو اس کے لئے تیار کر رہے ہیں'' سے بھی عالمی منظر نامہ کے پس پشت کارفرما عوامل ومحرکات کا اندازہ لگانے میں آسانی ہوتی ہے، اور اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ اگر سمندر میں دو مچھلیاں بھی باہم لڑ رہی ہوں تو عجب نہیں تو اس کے پس پشت بھی کوئی دجالی سیاست کارفرما ہو۔ صہیونیت پر مولانا کے مضامین کا یہ سلسلہ انشاء اللہ آئندہ شمارہ میں مکمل ہو جائے گا۔

ہماری خواہش تھی کہ سقوطِ بغداد کے اس واقعہ پر ناظم ندوۃ العلماء وصدر مسلم پرسنل لا بورڈ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہم کے قلم سے ہی اداریہ بھی ہوتا، مگر افسوس کہ ادھر چند دنوں سے حضرت والا کی طبیعت ناساز چل رہی ہے اور معالجین نے مکمل آرام کا مشورہ دیا ہے، ہم جملہ کارکنان اور وابستگانِ ندوۃ العلماء اللہ کے حضور حضرت والا کی صحت کاملہ کے لئے دل کی گہرائیوں سے دعا گو ہیں، اور قارئین سے بھی دعاؤں کی عاجزانہ درخواست کرتے ہیں، انشاء اللہ یہ دعائیں بارگاہِ خداوندی میں ضرور قبول ہوں گی، ملت اسلامیہ اپنے میرِ کارواں کی بے لوث اور حکیمانہ ومدبرانہ قیادت میں تادیر اپنے سفر کو جاری رکھ سکے گی، اور تعمیر حیات کے صفحات پر بھی حضرت والا کے اداریے اس پرچہ کے وقار واعتبار میں اضافہ کا باعث بنتے رہیں گے۔

مخدوم ومربی مولانا عبداللہ عباس ندوی مکہ مکرمہ میں ہیں اور قارئین کے علم میں ہے کہ مولانائے محترم بھی علیل چل رہے ہیں، مگر اپنے محبوب موضوع اعجازِ قرآن پر اپنی تصنیف کی تکمیل میں مصروف بھی ہیں، بیشک قرآن پاک میں شفاء ہے، علالت کے باوجود مولانائے محترم کی اس موضوع پر تصنیف کے لئے فکرمندی اور مستعدی کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ کلام اللہ کے موضوع پر کام کرنے والوں کے ساتھ اللہ کی توفیق اور تائید ونصرت ہوتی ہے، ان کی غیر مطبوعہ تصنیف کا ایک باب ''معجزہ اور سحر میں فرق'' اس شمارہ کی زینت ہے امید ہے کہ قارئین اس سلسلۂ مضامین کو نگاہِ شوق سے پڑھ رہے ہوں گے۔

صفحات کی تنگ دامانی کی وجہ سے اس شمارہ میں حضرت مفکرِ اسلام کی اگرچہ کوئی تحریر شامل نہیں کی جا سکی، لیکن ہمیں خوشی ہے کہ حضرت مولانا کی دو تحریکوں سے متعلق مضامین اس شمارہ میں شامل ہیں، ایک تو دینی تعلیمی کونسل سے متعلق، پروفیسر محسن عثمانی کا مضمون ''بجلیاں برسے ہوئے بادل میں خوابیدہ ہیں'' اور دوسرا مضمون تحریک رابطہ ادب اسلامی سے متعلق۔۔۔ جو اصل میں سیکریٹری رپورٹ ہے جسے جناب مولانا واضح رشید ندوی نے بھوپال کے انیسویں مذاکرۂ علمی میں پیش کیا تھا، حضرت مولانا علی میاںؒ کو صحیح خراج کی ایک شکل یہی ہے کہ ان کی فکر پر کام کیا جائے، اور اس فکر کو عام کیا جائے، مذکورہ مضامین کی اشاعت اسی سلسلہ کی ایک کوشش ہے۔

ہمیں خوشی ہے کہ تعمیر حیات کے ان صفحات پر ایک مدت بعد آپ ڈاکٹر سید اجتبا صاحب ندوی کا ایک مضمون ملاحظہ فرمائیں گے، ڈاکٹر صاحب جیسے ذی علم ادیب وانشاء پرداز سے ہم بجا طور پر توقع رکھتے ہیں کہ ان کے قلمی تعاون کا سلسلہ برابر جاری رہے گا، ڈاکٹر ضیاء الحسن ندوی مرحوم پر ان کا مضمون اس شمارہ کی زینت ہے، ناسپاسی ہوگی اگر ہم ڈاکٹر احتشام احمد ندوی کا شکریہ ادا نہ کریں جنھوں نے اپنا دلچسپ مضمون ''مالابار میں اسلامی ثقافت کا ارتقاء'' ہمیں عنایت فرمایا، ان کے مضامین کی اشاعت سے اس پرچہ کا وزن ووقار بڑھے گا۔

ہم مشکور ہیں اپنے معاون مولانا محمود حسن حسنی ندوی کے، کہ موصوف نے ہمیں مولانا محمد ثانی حسنیؒ کی ایک ایسی نظم عنایت کی جس میں مولانائے مرحوم نے شاہ اسماعیل شہیدؒ کے مزار پر حاضری کے وقت اپنی کیفیات وتأثرات کو قلمبند فرمایا تھا جس کو پڑھ کر اقبالؒ کا یہ پیغام بے ساختہ یاد آجاتا ہے ؎

شہادت ہے مطلوب ومقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

شہدائے بالاکوٹ نے اس کا عملی ثبوت دیا اور رہتی دنیا تک اپنے عمل سے یہ پیغام چھوڑ گئے کہ امت اس وقت تک سرخرو نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ ''دنیا سے محبت اور موت سے خوف'' (حُبُّ الدُّنیا وکَراھِیَۃُ المَوت) سے نجات حاصل نہیں کر لیتی۔

خدا کرے آپ سب ہر طرح بخیر وعافیت ہوں، ہم سب ایک دوسرے کی دعاؤں کے محتاج ہیں، اللہ رب العزت اس ملت کی آبرو کو باقی رکھے اور اسلام کا پرچم سربلند رہے۔

والسلام

آپ کا بھائی

امین شجاع

ندوہ، لکھنؤ
۲۰ر صفر المظفر ۱۴۲۴ھ

رئیس التحریر کی میز سے

امین شجاع

سقوط بغداد پہ دو آنسو

سقوطِ کابل کا زخم ابھی ہرا ہی تھا کہ سقوطِ بغداد ایک اور شدید ضرب لگا گیا، اور یہ ضرب اتنی کاری ہے کہ دنیا پر ایک سکتہ طاری ہے، اور یہ سوال اٹھ کھڑا ہوا ہے کہ اب کس کی باری ہے، اور امریکی جارحیت کے نشانہ اور زد پر اب کون سا ملک ہے؟..... گویا ایک خونخوار بھیڑیا ہے جس کی دہشت سے بکریاں خوف زدہ اور لرزہ براندام ہیں، قصہ کہانی کے اس بھیڑیئے کے مصداق جس کی نیت ہی خراب تھی، اور جو میمنہ پر پانی کو گدلا کرنے کا الزام لگا کر اس پر حملہ آور ہوا تھا۔ بیچارہ میمنہ فریاد ہی کرتا رہا کہ حضور! چشمہ کا پانی تو اوپر سے نیچے کی طرف آرہا ہے، آپ اوپر ہیں میں پانی کو کیسے گدلا کر سکتا ہوں، لیکن جواب میں بھیڑیئے نے کہا تھا کہ اگر تو نے نہیں تو تیرے باپ نے پانی کو گدلا کیا ہوگا۔ خونخوار بھیڑیئے کی یہی وہ ذہنیت ہے جس کی ترجمانی سابق امریکی صدر جانسن کے اس رعونت بھرے جملہ سے ہوتی ہے جو انھوں نے اپنے حلیف ملک یونان کے سفیر سے قبرص کے تنازع کے موقع پر کہے تھے..... ''امریکہ ایک ہاتھی ہے اور قبرص ایک چھوٹا سا پسو۔ اگر یہ پسو ہاتھی کو تنگ کرے گا تو ہاتھی کی سونڈ اسے کچل دے گی''..... بات یہ تھی کہ یونانی سفیر نے قبرص کے تنازع کے سلسلہ میں امریکہ کے حکم کو نہ ماننے کے لئے اپنی مجبوری کا اظہار کیا تھا، اور اپنی پارلیمنٹ اور اپنے دستور کی دہائی دیتے ہوئے التجا وفریاد کی تھی..... اسے بھی رعونت اور فرعونیت کی ذہنیت کا تسلسل ہی کہا جائے گا کہ بین الاقوامی قانون کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے جب امریکہ نے ایک آزاد ملک پناما پر حملہ کیا تھا اور اس کے صدر کا اغوا کر کے اسے سزا دی تھی تو اس جارحیت پر اعتراض کرنے والوں کے جواب میں اس وقت کے چیف آف اسٹاف جنرل کولن پاول (موجودہ وزیر خارجہ امریکہ) نے کہا تھا ''ہمیں کنکر کو اپنے دروازہ سے یہ کہہ کر باہر پھینکنا ہے کہ یہاں سپر پاور رہتی ہے''..... وہ سپر پاور جو ہر قانون، دستور، بین الاقوامی کنونشن، عالمی رائے عامہ سب سے بالاتر ہے، قانون صرف دوسروں کے لئے ہے، سُپر پاور اپنے عزائم کی تکمیل کے لئے نہ کسی ضابطہ کا پابند ہے نہ اخلاقیات کا..... اور اس پر طرہ یہ ہے کہ یہی امریکہ جمہوریت، حقوق انسانی، قانون کی پاسداری اور انصاف کا محافظ وعلمبردار بنتا ہے۔ یہی وہ سپر پاور ہے جو ''جنگ کے ذریعہ امن'' کا عجیب فلسفہ پیش کرتا رہا ہے۔ سقوطِ کابل اور سقوطِ بغداد سے پہلے بھی وہ اپنی جارحیت کے لئے دنیا کے سامنے جھوٹے جواز اور مفروضے پیش کرتا رہا ہے..... دنیا بھولی نہیں ہے کہ ناگاساکی اور ہیروشیما پر بھی ایٹم بم گرانے کا یہی جواز امریکہ نے پیش کیا تھا کہ ایسا کرنا جنگ کے خاتمہ کے لئے ضروری ہے، حالانکہ جاپانی فوجیں ہتھیار ڈال رہی تھیں..... امریکہ کی یہ غاصبانہ ذہنیت ہٹلر کی یاد تازہ کرتی ہے، اور اس کے اس قول کو یاد دلاتی ہے کہ قومیں یا تو ہتھوڑا ہیں یا اہرن۔ اہرن اس کندہ کو کہتے ہیں جس پر رکھ کر لوہا کوٹا جاتا ہے۔ جرمنی کے اس ڈکٹیٹر پر بھی دنیا کو اپنا زیر نگیں بنا لینے کا جنون سوار تھا، لیکن اس کا عبرت ناک انجام بھی دنیا کے سامنے ہے..... قصہ مختصر ''بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو نگل لیتی ہے''۔۔۔ کے ظالمانہ اصول کی کارفرمائی کا مشاہدہ آج کی اس مہذب ومتمدن کہلائی جانے والی دنیا میں بھی ہو رہا ہے۔

رہی بات صدام کی، تو اس سے قطعِ نظر کہ صدام کے دورِ اقتدار میں عراق متحد رہا اور معاشی طور پر مضبوط بھی ہوا، لیکن جن کے سامنے صدام کے مظالم کی تاریخ ہے اور اسلامیت کے مقابلہ میں قومیت کے بت کو تراشنے کی حقیقت ہے، وہ بجا طور پر صدام کے زوال کو مکافاتِ عمل سے تعبیر کر رہے ہیں ع ''کلجگ نہیں کریگ ہے یہ، اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے'' کہا جاتا ہے کہ ایک فرعون کے جواب میں کوئی موسیٰ کھڑا ہوتا ہے لیکن دنیا اس کے علاوہ ایک اور اصول سے بھی آشنا ہے اور وہ اصول یہ ہے کہ لوہا لوہے کو کاٹتا ہے، تو اسی طرح ایک ظالم دوسرے ظالم کے ہاتھوں انجام کو پہنچتا ضرور ہے..... یہی صدام جو کبھی امریکہ کے حلیف اور نیاز مند تھے، آج ان کے انجام کی کہانی بزبانِ حال کہہ رہی ہے ؎

کیا وہ نمرود کی خدائی تھی — بندگی میں میرا بھلا نہ ہوا

البتہ اس کا افسوس ضرور ہے کہ ایک استبداد جس دوسری استبدادی قوت کے ہاتھوں انجام کو پہنچا وہ پہلے استبداد سے کہیں زیادہ بدمست ہے اور جس پر اس خام خیالی کا نشہ سوار ہے کہ دنیا بھر میں تبدیلی لانا اس کا فرض ہے، چنانچہ اس کا حق ہے کہ دنیا اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کرے اور اس کی بالادستی کو

بے چوں چراں قبول کرے..... افسوس اس کا بھی ہے کہ دجلہ وفرات کی وہ سرزمین جس نے کربلا کا سانحہ دیکھا تھا، ایک بار پھر انسانی خون سے لالہ زار ہوئی..... چرخ کہن ایسے خوں ریز مناظر دیکھتا رہا ہے، لیکن سقوطِ بغداد کا نہایت کربناک پہلو یہ ہے کہ ایک بڑی ظلمت نے چھوٹی ظلمت کو نگلا ہے، شب تاریک سحر نہیں ہوئی ہے بلکہ اس کے برعکس تاریکی اور بڑھی ہے، اندھیرا اور گہرا ہوا ہے..... سقوطِ بغداد کا المناک پہلو یہ بھی ہے کہ خدانخواستہ اس سے امریکی استعماریت کے خواب کی مسدود راہیں ہموار ہوتی دکھائی دے رہی ہیں..... سقوطِ کابل ہو یا سقوطِ بغداد اور دوسرے تنازعات، ان سب کے پسِ پشت قدرت کی ٹھکرائی ہوئی یہودی لابی کام کر رہی ہے، امریکہ مظہر ہے، یہودی لابی اصل ہے، چنانچہ سقوطِ بغداد کا مقصد تیل کے چشموں پر قبضہ کرنا تو ہے ہی..... اس لئے بھی کہ سپر پاور امریکہ کو اقتصادی بحران لاحق ہے اور ایک رپورٹ کے مطابق حال یہ ہے کہ ہر امریکی شہری بیس ہزار ڈالر کا مقروض ہے، نیز امریکہ کی بڑی کمپنیوں کو زبردست گھوٹالوں کا سامنا ہے، لیکن اسی کے ساتھ اصل مقصد اور بڑا ہدف اسرائیل کو مضبوط ومحفوظ بنا دینا ہے، تاکہ خاکم بدہن، اسرائیل کے ساتھ مل کر دنیائے اسلام کو زیر کیا جائے۔ جمہوریت کی بحالی کے امریکی شوشے کے مضمرات کا سابقہ تجربات کی روشنی میں اندازہ کرنا کچھ زیادہ مشکل نہیں معلوم ہوتا۔

اہل نظر سے یہ بات بھی مخفی نہیں ہے کہ ۱۱ر ستمبر کے بعد سے صدر بش مذہبی اصطلاحوں اور مذہبی لغت میں کلام کر رہے ہیں، مغربی دنیا کے ذرائع ابلاغ، بش اور ٹونی بلیئر کے مذہبی پس منظر کو نمایاں کرنے میں پیش پیش ہیں۔ کیتھولک ہسٹوریل ایسوسی ایشن کے سابق صدر مارٹن کا ''نیوز ویک'' میں کیا گیا یہ انکشاف اہمیت رکھتا ہے کہ اسلام کے خلاف رسوا کن باتیں کہنے والے کچھ لوگ صدر بش سے اپنی نزدیکی بنائے ہوئے ہیں، اور صدر بش سخت ترین عیسائی گروپ سے متاثر ہیں (اور سخت ترین عیسائی گروپ یہودی نواز ہے) اس پس منظر میں حالیہ واقعات کا تجزیہ بتاتا ہے کہ عالمی سیاست کے پس پشت دجالی رُخ کی سیاست کارفرما ہے، چنانچہ مشرق وسطیٰ پر صہیونی یلغار کے آثار نمایاں ہیں اور اسی کے ساتھ امریکہ کی توسیع پسندانہ مہم سے امن عالم کو خطرہ درپیش ہے۔

مشرقِ وسطیٰ کے لئے خصوصاً اور اقوام عالم کے لئے عموماً یہ آزمائش کی گھڑی ہے، اس یلغار کو روکنے کے لئے اور ایک جابر کی کلائی موڑنے کے لئے نئی صف بندی کی ضرورت ہے، اپنے حصار میں رہنے کے اس رویہ کو تبدیل کرنے کی ضرورت ہے کہ

دریا کو اپنی موج کی طغیانیوں سے کام
کشتی کسی کی پار ہو یا درمیاں رہے

غلبہ وجہانگیری کے امریکی عزائم کے سیلِ رواں کو روکنے کے لئے اور عزت کی زندگی جینے کے لئے ضرورت ہے اجتماعیت کی، نئی صف بندی کی، غیرت وحمیت کی، خداشناسی اور خودشناسی کی، شعورِ ذات کی، اپنے آپ کو پہچاننے کی!! جس دن یہ امت اپنے آپ کو پہچان لے گی، اس دن دنیا کے لئے وہ ناقابل تسخیر بن جائے گی..... حوادث کے تازیانوں سے قومیں جاگتی ہیں، بیدار ہوتی ہیں، خدا کا شکر ہے کہ امریکی جارحیت کے ردِّ عمل میں انسانی دنیا اور بالخصوص مسلم دنیا میں یگانگت کا جذبہ ابھرا ہے، اسے قائم رکھنے اور مستحکم بنانے کے لئے عملی تدبیروں کی ضرورت ہے، عقل مند اور سچا سپاہی وہ ہے جو اپنے حریف پر بھی نگاہ رکھے، لیکن اسی کے ساتھ اپنی کوتاہیوں اور کمزوریوں سے بھی آگاہ رہے، اور انھیں دور کرنے کی کوشش میں بھی لگا رہے، اس لئے کہ اپنی کوتاہیاں اور کمزوریاں دشمن سے زیادہ خطرناک ثابت ہوا کرتی ہیں۔

یہ وقت بڑا نازک وقت ہے، یہ گھڑی فیصلہ کی گھڑی ہے..... یہ اپنے وجود وبقا کے لئے لڑائی لڑنے کا وقت ہے، بقول مخمور بدایونی ؎

اب ہوائیں ہی کریں گی روشنی کا فیصلہ
جس دیئے میں جان ہوگی وہ دیا رہ جائے گا

اور تاریخ گواہ ہے کہ رجوع الی اللہ اور حسن تدبیر ہی سے یہ امت اپنے چراغ کی لَو کو بڑھاتی اور تیز کرتی رہی ہے۔ اس سے جو روشنی پھوٹتی ہے وہ اسلام کی روشنی ہے، اور اسلام کی روشنی کے لئے اللہ کا فیصلہ ہے کہ ''وہ اپنے نور کو تمام رخ سے ظاہر فرما دے گا چاہے کافر لوگ کتنا ہی برا مانتے رہیں'' (سورہ توبہ-۳۲)

❁ ❁ ❁

فکر ابوالحسن علی ندویؒ

بجلیاں برسے ہوئے بادل میں بھی خوابیدہ ہیں

تکبیر مسلسل ـــــ ایک مطالعہ

پروفیسر محسن عثمانی ندوی

خاک کی آغوش میں تسبیح ومناجات ہو یا
رہ ورسم خانقاہی ہو جو حالات سے بے خبری، خلوت گزینی سکھاتی ہو اور میدان سے فرار اور کنارہ کشی کی تلقین کرتی ہو، مزاج اسلام سے ہم آہنگ نہیں، اسلام بے عملی نہیں سکھاتا ہے یہ سب چیزیں شاعر اسلام کی نظر میں طریق راہبانہ ہیں اور انہوں نے ان کو اپنے اشعار میں مذہب ملا و جمادات و نباتات سے تعبیر کیا ہے، اقبال کے نزدیک ملا کی اذاں اور ہے مجاہد کی اذاں اور، کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور، اقبال وسعت افلاک میں تکبیر مسلسل کے قائل ہیں اور اس کو مذہب مردان خود آگاہ وخدا مست قرار دیتے ہیں، اور اس کے زندہ قوم کی پہچان اور جذبۂ جہاد کا نشان سمجھتے ہیں، بلاشبہ مسلمان اس ملک میں مختلف مشکلات سے دو چار ہیں اور ہر ایک مشکل ان کے راستہ کی رکاوٹ ہے، زندہ قوموں کے لئے خطرہ کی چیز راستہ کی رکاوٹ نہیں ہوتی خطرہ کی بات ایک زندہ انسان کے لئے یہ ہے کہ وہ مقصد اور منزل کو بھول جائے اور مادیت اور آرام پسندی ہی کو مقصد بنالے، اہل ہمت کبھی ہمت نہیں ہارتے ہیں، ان کا عزم راسخ ہر مشکل کو آسان بناتا ہے، اہل یقین کا فیصلہ اور اصحاب عمل کا حوصلہ تاریخ کے دھارے کو بدل دیتا ہے، یہی پیغام حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ کی ''تکبیر مسلسل'' کا ہے یعنی اس کتاب کا جو ''تکبیر مسلسل'' کے نام سے شائع ہوئی ہے جو دینی تعلیمی کونسل میں ان کے خطبات کا مجموعہ ہے۔

وہ باشعور مسلمان جن کے ہاتھ زمانہ کی نبض پر ہیں ان کے نزدیک موجودہ زمانہ میں مسلمانوں کا سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ نئی نسل کے ایمان کی اور ان کی تہذیب کی حفاظت کس طرح کی جائے، یہ جان کی حفاظت سے بھی زیادہ ضروری ہے، یہ وہ ایمانی حس ہے جس کا رشتہ حضرت یعقوبؑ کے جذبۂ پیغمبرانہ سے جا کر ملتا ہے کہ انہوں نے بوقتِ دمِ واپسیں اپنی اولاد سے پوچھا تھا'' ماتعبدون من بعدی ؟'' میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ یعنی آئندہ نسلوں کی اسلامیت کا غیر مشکوک اطمینان حاصل کرنا بھی ضروری ہے اور یہ بالکل کافی نہیں ہے کہ ہم صرف فسادات کے مسئلہ پر غور کریں، یا صرف ان کے معاشی مسئلہ کے حل کی تدبیر کریں اور ان کے لئے ملازمتوں میں کامیابی یا تجارت میں فروغ پر مطمئن ہو جائیں مسلمان کسی حیوان کا نام نہیں ہے جس کے لئے راتب کامل جانا کافی ہو، مسلمان وہ ہے جو اپنی تمام ملی ودینی خصوصیات کے ساتھ جینے کا عزم کرتا ہے اور مسلمان بچوں کی دینی تعلیم کو غذا اور دوا سے بھی زیادہ اہمیت دیتا ہے، اس امت کا شیرازہ اور گلدستہ عقیدہ وعمل کے دھاگے سے بندھا ہوا ہے، عقیدہ وعمل کو نکال دینے کے بعد شیرازہ منتشر ہو جائے گا اس امت کے جسم سے جان نکل جائے گی اور صرف ایک ڈھانچہ باقی رہ جائے گا اور وہ ڈھانچہ بھی کتنے دن باقی رہے گا، بے دینی اور الحاد کی باد صرصر اسے اڑا لے جائے گی، اعلیٰ دینی تعلیم کے لئے تو بڑے مدارس موجود ہیں جو دین اسلام کے قلعے ہیں لیکن یہ بڑے مدارس بھی سودمند نہ ہوں گے اگر بنیادی سطح (Grassroot level) پر نئی نسل کی دینی تربیت کا انتظام نہ ہو، صرف سرکاری اسکولوں میں بچوں کو داخل کرا دینے کے بعد مطمئن ہو کر بیٹھ جانا تو خطرہ کا الارم ہے اور بے شعوری کی علامت ہے، بچے کے ذہن کو مسموم کرنے والا اور ہندو میتھالوجی (Mythology) کو ذہنوں میں راسخ کرنے والا مواد اسکولوں کے نصاب تعلیم کا جز بن چکا ہے جو دینی تربیت کا عین ضد ہے اور نئی نسل کی اسلامیت کے لئے خطرہ ہے، اسی خطرہ کے تدارک کے لئے دینی تعلیمی کونسل قائم ہوئی تھی جس کے بانی جناب قاضی عدیل عباسی مرحوم تھے اور حضرت مولانا علی میاں صاحب اس کے صدر تھے، قاضی عدیل عباسی صاحب کے بھانجے جناب ڈاکٹر مسعود الحسن عثمانی نے اس کتاب میں مولانا علی میاں صاحبؒ کے خطباتِ صدارت کو جمع کر دیا ہے اور یہ کتاب اس لائق ہے کہ ہر گھر میں پڑھی جائے کیونکہ وہ خطرہ آج بھی باقی ہے جس کی وجہ سے یہ کونسل قائم کی گئی تھی۔ مولانا علی میاں نے ایک خطبہ میں فرمایا کہ:

''شرعی اعتبار سے کسی ایسے ماحول میں مسلمانوں کو رہنے کی اجازت نہیں ہے جہاں وہ اپنے اور اپنے بچوں کے لئے دینی ماحول فراہم نہ کر سکتے ہوں اور جہاں اسلام سے وابستہ رہنا ناممکن ہو جائے، اسلام میں ہجرت کا فلسفہ یہی ہے، اس لئے اس بارے میں متفکر رہنا اور بچوں کی دینی تعلیم اور تربیت کی ہر ممکن کوشش کرنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے، ظاہر ہے کہ اسکولوں سے بچوں کو ہٹایا نہیں جا سکتا ہے انہیں اسکولوں میں تعلیم دلانا بھی ضروری ہے اور یہ کوشش بھی ضروری ہے کہ وہ امتیازی نمبروں سے پاس ہوں لیکن یہ کام بنیادی دینی تعلیم اور مادری زبان کی قیمت پر ہرگز نہیں ہونا چاہئے، ورنہ یہ تعلیم روحانی اور ایمانی نسل

کشی کے مرادف ہوگی"۔

مسلمان عوام بے شعور ہو سکتے ہیں لیکن مسلمانوں کی قیادت اللہ کے فضل سے بے شعور نہیں ہے، اسے اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہے، نازک سے نازک حالات میں بھی مفید اور تعمیری

> نئی نسل کے ایمان اور اسلام کی حفاظت کا کام بالکل بنیادی کام ہے اور اس سے غفلت وہ جرم ہے جسے تاریخ معاف نہیں کرے گی۔ نصاب تعلیم کے اندر اور اسکول کے ماحول میں جو زہر ہوتا ہے اس کا تریاق مہیا کرنا بھی والدین کی ذمہ داری ہے، ببول کے سائے میں بیٹھنا ایک مجبوری ہے لیکن بچوں کو اس کے کانٹوں سے بچانا بھی ضروری ہے۔

کام انجام دیتی رہی ہے، ریاست اتر پردیش میں جہاں اردو کے ساتھ انتہائی ناروا سلوک کیا گیا وہاں مسلمانوں کی قیادت نے دینی تعلیمی کونسل قائم کی اور قریہ بقریہ مکاتب کا جال بچھا دیا جہاں بچوں کو اردو زبان، قرآن کا ناظرہ تعلیم اور دینیات کی ابتدائی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں، حساب انگریزی اور ہندی کو بھی نصاب میں رکھا گیا، ان مکاتب کی تعداد ہزاروں میں ہے اور ان کے اخراجات کی کفالت مقامی باشندے کرتے ہیں، جن لوگوں نے اپنے نونہالوں کو ان مکاتب میں داخل کیا انہیں اطمینان حاصل ہوا ان کے بچوں نے اردو زبان بھی سیکھی اور ابتدائی دینی تعلیم بھی حاصل کی، جو بچے ان مکاتب میں اسکول کی تعلیم کی وجہ سے داخل نہیں ہو سکتے تھے ان کے لئے صباحی اور شبینہ مکاتب قائم گئے، نقصان ان مسلمانوں کا ہوا جو ان مکاتب سے بے نیاز رہے اور انہوں نے گھر پر بھی اپنے بچوں کی دینی تعلیم کا اور اردو زبان سیکھنے کا انتظام نہیں کیا، ہر شہر میں بکثرت ایسے والدین نظر آتے ہیں جو خود تو اردو زبان سے اور دین سے واقف ہیں لیکن اس دولت کو اور اس ورثہ کو انہوں نے اپنی اولاد کی طرف منتقل کرنے کی کوشش نہیں کی، چنانچہ ان کے بچے دین سے بے بہرہ ہیں اور اردو زبان سے نا آشنا ہیں، اور ان کے اندر کوئی ملی شعور نہیں پایا جاتا ہے، وہ تعلیم جو انسان سے اس کی خودی چھین لے اور مذہب اور تہذیب سے بیگانہ بنا دے اور صرف معیشت سے سروکار رکھے وہ حقیقی تعلیم نہیں، اکبر الہ آبادی نے اس خطرہ کو محسوس کر لیا تھا، اور کہا تھا کہ "دل بدل جائیں تعلیم بدل جانے سے" اور اقبال نے عصری تعلیم کے پروردہ نوجوانوں کو "کم نگاہ و بے یقین و ناامید" اور "شیشہ و تاریک جاں روشن دماغ" قرار دیا ہے، ایک سیکولر ملک میں بچوں کے مذہب اور تہذیب کی حفاظت کی ذمہ داری کا کام والدین کو ہی اٹھانا ہے، اس کے بغیر زندگی موت کے مانند ہے، اور اہل ضمیر اہل شعور اور اہل غیرت کے نزدیک "زندگی نما موت موت نما زندگی سے ہزار درجہ بہتر ہوتی ہے" وسائل کی کمی کا بہانہ، نقصان کا اندیشہ وقت کی کمی کا شکوہ مریض قوموں اور ضعیف دلوں کی بیماری ہے۔

اسکولوں کے نصاب سے ایک مذہب اور ایک تہذیب کی بالادستی کو ختم کرنا اور ایک ہی فرقہ کی شخصیتوں کے ذکر کو نکالنے کی کوشش کرنا اور اس کے لئے آئینی جنگ کرنا جماعتوں کا کام ہے، دینی تعلیمی کونسل اور دوسری تنظیموں نے اس میدان میں کام انجام دیا ہے اگر اس میدان میں مکمل کامیابی حاصل بھی ہو جائے تو بھی دینیات کی تعلیم تو سرکاری اسکولوں میں نہیں دی جا سکتی ہے، ان کی فکر تو والدین کو کرنی ہے اور اس کا انتظام ان ہی کو کرنا ہے وہ اسکا گھر پر انتظام کریں یا محلہ کی مسجد میں اس کے لئے مکتب قائم کریں، وقت یا سرمایہ کی کمی کا کوئی بھی عذر قبول نہیں ہو سکتا ہے، ہندوستانی مسلمان ایک فیصلہ کن موڑ پر کھڑے ہوئے ہیں، ایک راستہ مذہبی اور تہذیبی ارتداد کی طرف جاتا ہے اور دوسرا راستہ

> سارا مسئلہ فکر مندی اور جذبِ دروں کا ہے، اگر تعلیم موجود ہے تو دینی و تربیت کے چراغ کو بہت زیادہ تیل بتی کے بغیر بھی فروزاں رکھا جا سکتا ہے، اگر جذب دروں اور سوز فزوں نہیں تو پھر ہزاروں حیلے اور بہانے ہیں، اسی فکر مندی اور سوز دل کو پیدا کرنے کے لئے یہ کتاب جو ظاہری اور معنوی دونوں خوبیوں سے مزین ہے، شائع کی گئی ہے۔

عزت و بلندی کی طرف، مسلمانوں کو یہ ثابت کرنا ہے کہ وہ ایک زندہ قوم ہیں تاریخ میں انہوں نے پوری دنیا کو اور اس ملک کو فیض پہونچایا ہے اور وہ اب بھی ذہنی اور اخلاقی حیثیت سے کوئی دیوالیہ قوم نہیں۔

"بجلیاں برسے ہوئے بادل میں بھی خوابیدہ ہیں"

مسلمانوں کی عصری تعلیم بے حد ضروری ہے اسکولوں میں پڑھانا بھی ضروری ہے، ان کو اقتصادی اعتبار سے مضبوط اور مستحکم بنانا بھی نہ صرف دنیاوی اعتبار سے بلکہ دینی اعتبار سے بھی اہمیت رکھتا ہے، لیکن اگر مسلمان عقیدہ و عمل کے اعتبار سے مسلمان ہی نہ رہیں تو پھر ان کی کوششوں کا کیا حاصل اور ان کا کیا فائدہ؟ اس لئے نئی نسل کے ایمان اور اسلام کی حفاظت کا کام بالکل بنیادی کام ہے اور اس سے غفلت وہ جرم ہے جسے تاریخ معاف نہیں کرے گی۔ نصاب تعلیم کے اندر اور اسکول کے ماحول میں جو زہر ہوتا ہے اس کا تریاق مہیا کرنا بھی والدین کی ذمہ داری ہے، ببول کے سائے میں بیٹھنا ایک مجبوری ہے لیکن بچوں کو اس کے کانٹوں سے بچانا بھی ضروری ہے، ہمارے آباء و اجداد نے تہذیب و روایات کو

بقیہ صفحہ ۹ پر

پیش رفت

سکریٹری رپورٹ

پیش کردہ سیمینار رابطہ ادب اسلامی بھوپال

از:- مولانا سید محمد واضح رشید ندوی

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین محمد خاتم النبیین، وعلیٰ آلہ وصحبہ أجمعین، ومن تبعھم بإحسان إلی یوم الدین أما بعد!

حضرات!

میں اس عظیم تاریخی شہر بھوپال میں منعقد ہونے والے اس مذاکرۂ علمی میں آپ حضرات کا استقبال کرتا ہوں، سرزمین بھوپال ہمیشہ سے علم و فن اور دین و ادب کا گہوارہ رہی ہے، اور اس نے علماء، ادباء، دعاۃ و صلحاء اور علمی مراکز اور دینی اداروں کی برابر سرپرستی اور حوصلہ افزائی کی ہے، اس شہر نے ایک طرف زبان و ادب کے باکمال ماہرین اور شریعت اسلامیہ کے ایسے شارحین پیدا کئے جن کے فضل و کمال کا اعتراف سارے عالم نے کیا، دوسری طرف یہ شہر ان حکام کا بھی گہوارہ رہا ہے، جنھوں نے علم دوستی کی مثال قائم کی، اور علماء، ادباء و شعراء اور ماہرین فن کی ہر طرح ہمت افزائی اور علمی و دینی مراکز کی نصرت و اعانت کی، بھوپال ایک اسلامی ریاست ہونے کے زمانہ میں ایک عرصہ تک اسلامی تمدن اور مسلم تہذیب و ثقافت کا گہوارہ رہ چکا ہے، جس کے آثار و نقوش آج بھی مساجد و مدارس اور علمی و تحقیقی مراکز کی صورت میں موجود ہیں، ان کی بلند و بالا اور عالیشان عمارتیں علم و دین اور فن کے حسین امتزاج کا آئینہ دار ہیں جن میں سرفہرست پرشکوہ اور عظیم الشان تاریخی مسجد تاج المساجد ہے جو فن معماری کا اعلیٰ نمونہ ہے، اور علم دین و دعوت اسلامی کے امتزاج کا بیمثال مرکز ہے، بھوپال کی دوسری مساجد بھی اسی وصف سے متصف اور اسی خوبی سے مزین ہیں جس پر اسلامی تاریخ کو فخر ہے، علم دین اور دعوت اسلامی کا یہ امتزاج مسجد زیتونہ، مسجد قزوین، مسجد عمر بن العاص اور جامع الازہر میں بھی عیاں ہے، اس طرح اس وصف میں یہاں کی مساجد عالم اسلام کی مشہور و معروف مساجد کے شانہ بشانہ نظر آتی ہیں۔

ادب و اصلاح کا جامع یہ مذاکرۂ علمی اس عظیم تاریخی شہر میں بروقت اور برمحل منعقد ہو رہا ہے، ادب خوشگواری طبع اور سکونِ نفس کا سامان رہا ہے، اسی بنا پر اس پر ان پیشہ ور ادیبوں کا غلبہ اور تسلط قائم ہو گیا جنھوں نے فکری دھارے کا رُخ بدل دینے اور زندگی کے طور طریق میں انقلاب پیدا کرنے والی اس طاقت کا استعمال تخریب ذہنی اور اخلاق کو بگاڑنے میں کیا، چنانچہ ادب سے بجائے اصلاح کے افساد کا کام زیادہ لیا گیا، اور ان تخریبی کوششوں کو مغرب کی ادبی درسگاہوں اور ادبی نظریات نے اور بھی تقویت پہنچائی، چنانچہ آج ساری دنیا انہیں کی اقتدا کر رہی ہے، اور انہی کی پرستار ہے۔

ادب کا اصلاح سے رشتہ جوڑنا اور اس کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لینا اور اس کے سرمایہ کو کھنگالنا ایک قابل ستائش کوشش ہے، اگرچہ پیشہ ور ادباء کے ذہنوں میں اس کا وجود معدوم ہے، لیکن عالم اسلام کی مختلف زبانوں میں موجود یہ ادبی اور اصلاحی نقوش اپنی ادبی اہمیت اور قدر و قیمت میں دوسری زبانوں کے نقوش سے کم نہیں ہیں، بلکہ ان کا مقام ان سے کہیں بلند ہے، لیکن وہ ادبی تاریخ میں محققین کی بے توجہی کا شکار ہیں، چنانچہ ان بیش قیمت نصوص کو جمع کرنے اور تحقیقی کام کرنے والوں کے سامنے ان کو پیش کرنے کی کوشش نہیں کی گئی، ورنہ تشکیل ذہنی، تربیت نفس اور اصلاح حال میں ان سے خاطر خواہ استفادہ کیا جاتا، ساتھ ساتھ ان سے لطف اندوزی اور ذہن و دماغ کو جلا بخشنے کا کام بھی لیا جا سکتا تھا، ان نصوص کا وجود ہر زمانہ میں رہا اور دنیا کی تمام زبانوں کا لٹریچر ان سے پُر ہے، خصوصاً عربی، فارسی اور اردو ادب میں ان نصوص کی بہتات اور فراوانی ہے۔

حضرات!

اس سے قبل بھوپال میں ۱۱-۱۲ اکتوبر ۱۹۹۱ء میں "اصلاح عوام میں ادب کا حصہ" کے عنوان پر رابطہ ادب اسلامی کا مذاکرہ علمی منعقد ہو چکا ہے جس کی میزبانی کا شرف اسی دارالعلوم تاج المساجد کو حاصل ہوا تھا جس کے بانی اور روح رواں حضرت مولانا محمد عمران خان ندوی رحمۃ اللہ علیہ تھے، حضرت مولانا ہی کے ہاتھوں تاج المساجد کی تجدید و تکمیل ہوئی، اس مذاکرہ علمی کی نشستوں کی صدارت رابطہ ادب اسلامی کے بانی مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی تھی، اس اجلاس میں ہندوستان کے مختلف علاقوں سے تعلق رکھنے والی علمی و ادبی و دینی شخصیات نے شرکت کی، اور آج بھی ذہن میں اس کی یادیں تازہ اور اس کے نقوش موجود ہیں۔

اس شہر میں رابطہ ادب اسلامی کا یہ دوسرا مذاکرۂ علمی ہے جس کا موضوع سابقہ مذاکرہ کے موضوع سے ملتا جلتا ہے، بلکہ یہ اسی اجلاس کا تکملہ ہے، یہ دور میڈیا کا دور ہے، اس زمانہ میں ذہن

سازی، فکری و ذہنی انقلاب برپا کرنے اور نفس کو متحرک و سرگرم عمل بنانے میں میڈیا اور ذرائع ابلاغ کی اہمیت اور افادیت فوج اور علماء سے زیادہ ہے، ادب ذرائع ابلاغ کا ایک اہم ذریعہ ہے، کیوں کہ ذرائع ابلاغ کی توجہ وضاحت اور بیان کے وسائل پر رہتی ہے، ان وسائل پر ایسے عناصر غالب آگئے ہیں جو اخلاقی اقدار و اصول اور خیر و شر کے درمیان فرق کرنے والی انسانی صلاحیت کا خاتمہ کردینا چاہتے ہیں، بلکہ ان عناصر کے یہاں خیر و شر کے مابین تمیز اور فرق قدامت پسندی اور رجعیت کا دوسرا نام ہے۔

اس گرد آلود فضا اور تاریک ماحول میں جس میں ادب کا غلط استعمال کیا جارہا ہے جس کا اصل مقصد نفوس کو مہذب بنانا تھا، ''انسانی کردار سازی میں اخلاقی و اسلامی ادب کی خدمات'' کے موضوع پر اس جلسہ کا انعقاد ادب کو اس کے مطلوبہ کردار کی طرف لیجانے اور اسے اس کی اصل وحقیقت کی طرف لوٹانے کے مرادف ہے، ہم رابطہ ادب اسلامی کی بھوپال شاخ کے ذمہ داروں کا شکریہ ادا کرتے ہیں، نیز دارالعلوم تاج المساجد اور برکت اللہ یونیورسٹی کے ذمہ داروں کے بھی مشکور ہیں جنھوں نے مذکورہ موضوع پر اس اجلاس کے انعقاد میں پورا پورا تعاون کیا، ہم امید کرتے ہیں کہ ادب کو صحیح رُخ پر لانے میں اس اجلاس کا اہم کردار ہوگا۔

محترم حضرات!

رابطہ ادب اسلامی کے ذمہ داران مذاکرۂ علمی کے لئے ہمیشہ ایسے عنوانات کا انتخاب کرتے ہیں جن سے عام طور پر ادباء اپنے اجلاسوں میں بے اعتنائی برتتے ہیں، رابطہ کے ذمہ داران کی کوشش فنی و اصلاحی پہلوؤں کے درمیان ربط پیدا کرنے کی ہوتی ہے، اور یہ بات رابطہ ادب اسلامی کے گذشتہ مذاکرات علمی کے موضوعات سے صاف واضح ہوتی ہے، چنانچہ اب تک رابطہ کے ۱۸ سیمینار منعقد ہو چکے ہیں اور یہ ۱۹ واں سیمینار ہے، اب تک کے سیمیناروں کے موضوعات حسب ذیل ہیں:

۱- ادبیات اسلامی دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ ۷-۹ رجنوری ۱۹۸۶ء۔

۲- اسلامی ادب اور مغربی ادبی تحریکات جامعۃ الہدایہ، جیپور ۱۷-۱۸ رفروری ۱۹۸۷ء۔

۳- حضرت سید احمد شہیدؒ کی تحریک کے اثرات اردو زبان و ادب پر دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ ۱۱-۱۲ رنومبر ۱۹۸۷ء۔

۴- نعتیہ شاعری: تاریخی و علمی جائزہ و خصوصیات جامعہ کاشف العلوم اورنگ آباد ۷-۹ راکتوبر ۱۹۸۸ء۔

۵- تحریک آزادی و اصلاح عوام میں ادب اسلامی کا حصہ مجلس ادبیات اسلامی، حیدر آباد ۷-۹ راکتوبر ۱۹۸۹ء۔

۶- حمد و مناجات و دعاء مولانا محمد ثانی ایجوکیشنل سوسائٹی، رائے بریلی ۷-۹ راکتوبر ۱۹۹۰ء۔

۷- دعوتی و اصلاحی ادب دار العلوم تاج المساجد، بھوپال ۱۱-۱۳ راکتوبر ۱۹۹۱ء۔

۸- خطوط اور تأثراتی خاکوں کا ادب۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ ۱۷-۱۸ رنومبر ۱۹۹۲ء

۹- مشرقی اقوام کی زبان و ادب میں اسلامی رجحانات دارالمعارف الاسلامیہ، چاٹگام، بنگلہ دیش ۲۱-۲۳ رجنوری ۱۹۹۴ء۔

۱۰- حدیث شریف کی ادبی و فنی خصوصیات جامعہ سلفیہ، بنارس ۲۲-۲۳ راپریل ۱۹۹۴ء۔

۱۱- ادب میں سفرناموں کی اہمیت جامعہ کاشف العلوم اورنگ آباد ۷-۹ راپریل ۱۹۹۵ء۔

۱۲- سوانحی ادب و تذکرہ نویسی دارالمصنفین اعظم گڑھ ۱۰-۱۲ رنومبر ۱۹۹۵ء۔

۱۳- ملفوظات و مواعظ ادب کے آئینہ میں۔ سہیل السلام، حیدر آباد ۱-۳ رنومبر ۱۹۹۶ء۔

۱۴- اسلامی نشأۃ ثانیہ میں ادب کا حصہ۔ خدا بخش لائبریری، پٹنہ ۳-۵ راکتوبر ۱۹۹۷ء۔

۱۵- تاریخ نویسی کا جائزہ ادب کے تناظر میں حاجی غلام محمد آزاد ایجوکیشنل ٹرسٹ، پونہ ۶-۷ رجون ۱۹۹۸ء۔

۱۶- اسلامی ادب میں قصہ نگاری۔ دارالعلوم سبیل الرشاد، بنگلور ۲۶-۲۸ رفروری ۱۹۹۹ء۔

۱۷- بچوں کا ادب جامعہ اسلامیہ، بھٹکل ۸-۱۰ راکتوبر ۲۰۰۰ء۔

۱۸- اسلامی ادب کی نمائندہ شخصیات دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ ۲۰-۲۱ رجولائی ۲۰۰۲ء۔

رابطہ کے ذمہ دار جہاں ایک طرف زندگی کی تعمیر و تشکیل میں اہمیت کے حامل عنوانات کا انتخاب کرتے ہیں وہیں دوسری طرف عمدہ جگہوں کا بھی انتخاب کرتے ہیں، مذکورہ اجلاسوں میں سے اکثر ایسی جگہوں پر منعقد ہوئے جو تاریخی اہمیت کی حامل اور جہاں علمی و ادبی مراکز سرگرم عمل ہیں، اور ادبی و فنی سرگرمیاں وہاں کی فضا کو معطر کررہی ہیں، مثلاً اورنگ آباد، پونا، جے پور، بھوپال، حیدر آباد، بنگلور، بھٹکل، پٹنہ، لکھنؤ، اعظم گڑھ، مذکورہ جگہوں میں سے بعض جگہوں پر دو دو بار سیمینار کا انعقاد ہو چکا ہے، جن میں بھوپال کے علاوہ حیدر آباد اور اورنگ آباد بھی شامل ہیں۔

سیمینار کے علاوہ رابطہ ادب اسلامی کی فروغ کے زیر نگرانی ادبی مجالس کا بھی سلسلہ جاری ہے، جن میں عصری جامعات اور اسلامی مدارس اور ادبی مراکز سے تعلق رکھنے والے ادب نواز حضرات شرکت کرتے ہیں۔ دہلی، بھوپال، اورنگ آباد، بنگلور، حیدر آباد اور بھٹکل جیسے متعدد بڑے شہروں میں رابطہ ادب اسلامی کی شاخیں قائم ہیں، ان کی اپنی ہفت روزہ یا ماہانہ نشستیں ہوتی ہیں، ان میں مقالات و مضامین اور افسانے پیش کئے جاتے ہیں، جن پر تعمیری تنقید اور بحث و مباحثہ ہوتا ہے، شعری قصائد اور دوسرے پروگرام بھی ہوتے ہیں، ان کاموں اور سرگرمیوں کی وجہ سے ادب کا دائرہ

وسیع سے وسیع تر ہو رہا ہے اور مصنفین و محققین نیز شعراء رابطہ سے منسلک ہو رہے ہیں، صرف ہندوستان میں ارکان کی تعداد دو سو سے زائد ہے جبکہ پاکستان، بنگلہ دیش، ملیشیا اور نیپال ان کے علاوہ ہیں۔

ان ادبی اجلاسوں کے ساتھ ساتھ رابطہ ادب اسلامی کے مرکزی دفاتر اور اس کی مختلف شاخوں سے رسائل و مجلات بھی نکلتے ہوتے ہیں جن میں مرکزی دفتر ریاض سے مجلۃ الأدب الاسلامی، ہندوستان کے مرکزی دفتر لکھنؤ سے کاروانِ ادب، پاکستان سے قافلۂ ادب، اور بنگلہ دیش سے الحق، مراکش سے المشکاۃ وغیرہ قابل ذکر ہیں، اس کے علاوہ مختلف زبانوں میں مقالات و بحوث کی کثیر تعداد شائع ہوتی ہے، جن سے علمی و ادبی میراث میں قابل قدر اضافہ ہو رہا ہے، ان کے ساتھ ساتھ شعری دیوان، ادبی نقد و تنقید اور تاریخ ادب کی کتابیں نیز ادبی قصص و روایات کی اشاعت کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ رابطہ ادب اسلامی کے ارکان نے استنبول قہرہ، مراکش، عمان، لاہور، ڈھاکہ اور کوالالپور میں منعقد بین الاقوامی ادبی سیمیناروں میں بھی شرکت کی جن سے ادبی مسائل میں باہم تبادلۂ خیال کا موقعہ ملا اور مختلف نظریات سامنے آئے۔

یہ ہے رابطہ ادب اسلامی کی مختصر رپورٹ اور کارگذاری اور ادب اسلامی کی اہمیت و افادیت کی ایک تصویر۔ ان سیمیناروں کے ذریعہ رابطہ کا تعارف اور اس کا دائرہ کار وسیع ہوگا اور اپنی ذمہ داریوں کی انجام دہی میں اس کو تقویت ملے گی اور ذہنی تشکیل، نفوس کی تربیت اور ادبی و فنی عمل کی اہمیت میں انشاء اللہ اضافہ ہوگا۔

اس موقع پر ہم اپنے رابطہ کے دو فعال و مخلص ارکان کو فراموش نہیں کرسکتے جو ہمیں داغ مفارقت دے گئے، ایک ان میں مولانا محمد لقمان خاں ندوی ازہری ہیں اور دوسرے پروفیسر سید ضیاء الحسن ندوی، ان دونوں حضرات نے رابطہ ادب اسلامی کی خدمت کی ہے اور اس کیلئے قربانیاں پیش کی ہیں، ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومین کی بال بال مغفرت فرمائے، اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمائے، آخر میں اجلاس کے تمام ذمہ داران کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

عربی سے ترجمہ: محمد اسعد جمال نعیم

○○○

اطلاع

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی، صدر مسلم پرسنل لاء بورڈ و ناظم ندوۃ العلماء چند دنوں سے علیل ہیں، اس لئے معالجین کے مشورہ کے مطابق حضرت والا کے ماہ اپریل کے سارے اسفار اور دوروں کے پروگرام منسوخ کئے جاتے ہیں، اطلاعاً عرض ہے۔

والسلام

(مولانا) محمد حمزہ حسنی

ناظر عام، ندوۃ العلماء، لکھنؤ

آئندہ شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں

رابطہ ادب اسلامی کے ۱۹ رویں مذاکرۂ علمی منعقدہ بھوپال کی تفصیلی رپورٹ

مولانا اقبال احمد ندوی کے قلم سے۔

☆ تقریروں کا خلاصہ

☆ مقالات کی نشستوں کی تفصیلات

(بقیہ: بجلیاں خوابیدہ ہیں)

ایمانداری کے ساتھ ہم تک پہونچایا تھا

اب ہماری باری ہے کہ ان روایات کو نئی نسل تک

بقیہ: بجلیاں خوابیدہ ہیں

پہونچائیں، ایمانی کیفیات پیدا کرنے کے لئے گھر کے اندر تھوڑی دیر کے لئے ترجمہ قرآن و حدیث اور سیرت رسول ﷺ اور سیرت صحابہؓ اور سیرت مصلحین امت کا اجتماعی مطالعہ بہت مفید ہے۔ کبھی کبھی نوجوانوں کو دینی کاموں کے حلقوں سے بھی واقف کرنا چاہئے، اور ان کو دینی جلسوں میں لے جانا چاہئے، سارا مسئلہ فکر مندی اور جذبِ دروں کا ہے، یہ اگر تعلیم موجود ہے تو دینی و تربیت کے چراغ کو بہت زیادہ تیل بتی کے بغیر بھی فروزاں رکھا جاسکتا ہے، اگر جذب دروں اور سوز فزوں نہیں تو پھر ہزاروں حیلے اور بہانے ہیں، اسی فکر مندی اور سوز دل کو پیدا کرنے کے لئے یہ کتاب جو ظاہری اور معنوی دونوں خوبیوں سے مزین ہے، شائع کی گئی ہے۔

ہر مسلمان کو اس بات کا عزم کرنا ہے کہ اسے اس ملک میں رہنا ہے اور اسے سیرت و کردار کا آب و رنگ عطا کرنا ہے، اسے اس ملک کی تعمیر و ترقی میں بھی حصہ لینا ہے اسے امن و امان اور باہمی اعتماد کی فضا بھی قائم رکھنی ہے، نیشمن میں آگ لگانے والوں کے خلاف ہم وطنوں کے ساتھ مل کر جد و جہد بھی کرنی ہے اور اسی کے ساتھ اسے اس ملک میں اپنی تمام ملی خصوصیات کے ساتھ رہنا ہے، اور اسے اپنی آئندہ نسلوں کی اسلامیت کا یقین بھی حاصل کرنا ہے اور ان کو اپنے کو زیادہ بہتر مسلمان بناتا ہے، پھر ان کے لئے عصری تعلیم کا انتظام کرنا ہے اور اس دین رحمت کا اپنے ہم سایوں کے درمیان تعارف بھی کرانا ہے خوش اخلاقی اور خوش کرداری کے ذریعہ بھی اور کتابوں کے ذریعہ بھی۔

☆☆☆

معجزہ اور سحر میں فرق

زیر تصنیف کتاب کا ایک غیر مطبوعہ باب

(گذشتہ سے پیوستہ)

از: حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی

جن لوگوں نے قرآن کریم کو وحی نہیں مانا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نہیں مانی کیونکہ آنحضرت اُمّی تھے اور آپؐ کے امی ہونے کو کسی نے چھپایا بھی نہیں۔ قرآن نے خود آپ کو اس لقب سے یاد کیا:

الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراۃ والانجیل (الاعراف/۱۵۷)

''جو لوگ کہ ایسے رسول نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جن کو وہ لوگ اپنے پاس توریت و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں''

اور جہاں حضرت موسیٰؑ کے بعض معجزات کو یاد دلایا ہے اسی ضمن میں آپ کا امی ہونا بھی مذکور ہے، لہٰذا ایک امی کی زبان سے زمین و آسمان کے حقائق بتانا، حلال و حرام کے احکام سے مطلع کرنا اپنی جگہ خود ایک معجزہ ہے اور معجزوں کی بنیاد ہے۔ کفار نے قرآن کا انکار کیا اور بار بار اس کو سحر (جادو) سے تعبیر کیا، اس لئے ضرورت محسوس کی گئی کہ سحر اور وحی کے درمیان فرق واضح کیا جائے، سحر (جادو) اور وحی میں فرق یہ ہے کہ جادو میں کوئی شئی بدلتی نہیں ہے بلکہ دیکھنے والوں کی نگاہ بدل جاتی ہے سحر میں ایک مردہ کو جادو کے زور پر زندہ دکھایا جاتا ہے، مگر وہ درحقیقت زندہ نہیں ہوتا بلکہ دیکھنے والوں کی نظر بندی ہو جاتی ہے، وہ اس کو زندہ دیکھتے ہیں حالانکہ وہ زندہ نہیں ہوتا۔

حضرت موسیٰؑ کے واقعہ میں یہ مذکور ہے کہ جب فرعون کے بلائے ہوئے ساحر گاؤں گاؤں سے آکر اکٹھا ہوئے اور حضرت موسیٰؑ کا مقابلہ کرنے کے لئے میدان میں آئے تو انہوں نے اپنی رسیاں ڈالیں اور لوگوں کی ''نظر بندی'' کردی، اور دیکھنے والوں کو ایسا محسوس ہوا کہ رسیاں نہیں، سانپ ہیں۔

قال ألقوا، فلما ألقوا سحروا أعین الناس استرھبوھم وجاء وا بسحر عظیم (الاعراف/۱۱۶)

''(حضرت موسیٰؑ) نے فرمایا کہ (پہلے) تم ہی ڈالو، جب انہوں نے (اپنی رسیوں اور لاٹھیوں) کو ڈالا تو لوگوں کی نظر بندی کردی اور ان پر ہیبت غالب کردی اور ایک (طرح کا) بڑا جادو دکھلایا''

اس سے معلوم ہوا کہ ''جادو'' نظر بندی کا نام ہے، ایسا نہیں ہوتا کہ جادو کے ذریعہ کوئی رسی یا ڈنڈا سچ مچ کا سانپ بن جائے اور ہمیشہ سانپ رہے، یا کوئی مردہ زندہ ہو جائے اور ہمیشہ زندہ رہے، جادو ایک وقتی عمل ہوتا ہے، ایک کرتب اور تماشہ ہے مگر ''معجزہ'' میں حقیقت اشیاء بدل جاتی ہے آپ اسی واقعہ میں جو حضرت موسیٰؑ کا ہے، جادو اور معجزہ کا فرق دیکھ سکتے ہیں۔

جادوگروں نے جب اپنا کرتب دکھالیا تو حضرت موسیٰؑ نے اپنا ڈنڈا (عصا) میدان میں پھینکا، وہ اژدہا بن گیا، اور واقعی اژدہا بن گیا اور جادوگروں کی رسیوں کو نگلنے لگا، یہ دیکھ کر جادوگر ایمان لائے اور سمجھ گئے کہ یہ نظر بندی اور جادو نہیں ہے کیونکہ وہ ساحر جیسے بھی رہے ہوں مگر ''صاحب فن'' تھے، اور انہوں نے سمجھ لیا کہ یہ سحر نہیں، اور یقین کرلیا کہ یہ معجزہ ہے، اور جس طرح فرعون کی طرف سے بڑی بڑی لالچ دیئے جانے پر حضرت موسیٰؑ کے مقابلہ میں آئے تھے، آخر میں فرعون کی طرف سے بڑی سے بڑی دھمکیوں کے باوجود ایمان پر قائم رہے۔

یہ عبرتناک واقعہ قرآن کریم میں پڑھئے۔

وأوحینا إلی موسیٰ أن ألق عصاك، فإذا ھی تلقف ما یافکون فوقع الحق وبطل ما کانوا یعملون، فغلبوا ھنالك وانقلبوا صاغرین، والقی السحرۃ ساجدین، قالوا امنا برب العالمین، رب موسی و ھارون (الاعراف/۱۱۸۔۱۲۲)

''اور ہم نے موسیٰ کو (وحی کے ذریعہ) حکم دیا کہ آپ اپنا عصا ڈال دیجئے (سو عصا کا ڈالنا تھا) اس نے اچانک (اژدہا بن کر) ان کے سارے بنے بنائے کھیل کو نگلنا شروع کیا، پس (اسوقت) حق (کا حق ہونا) ظاہر ہو گیا، اور انہوں نے جو کچھ بنایا تھا، سب (آتا) جاتا رہا پس وہ لوگ اس موقع پر ہار گئے اور خوب ذلیل ہوئے، اور جو ساحر تھے سجدہ میں گر گئے (اور پکار پکار کر) کہنے لگے کہ ہم ایمان لائے رب العالمین پر جو موسیٰ اور ہارون کا بھی رب ہے''

قال فرعون آمنتم بہ قبل أن اذن لکم، إن ھذا لمکر مکرتموہ فی المدینۃ لتخرجوا منھا أھلھا فسوف تعلمون، لأقطعن أیدیکم أرجلکم من خلاف ثم لاصلبنکم أجمعین، قالوا إنا إلی ربنا

منقلبون (الاعراف/۱۲۳،۱۲۵)

''فرعون کہنے لگا:- کہ ہاں تم اس پر (یعنی موسیٰ پر) ایمان لائے ہو، بدون اس کے کہ میں تم کو اجازت دوں، بیشک یہ ایک کاروائی تھی جس پر تمہارا عمل درآمد ہوا ہے، اس شہر میں تاکہ تم سب اس (شہر) کے رہنے والوں کو اس سے باہر نکال دو، سو (بہتر ہے) اب تم کو حقیقت معلوم ہوئی جاتی ہے میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹوں گا، پھر تم سب کو سولی پر ٹانگ دوں گا، انہوں نے جواب دیا کہ (کچھ پرواہ نہیں) ہم مر کر اپنے مالک ہی کے پاس جائیں گے''

معجزاتِ انبیاء کی متعدد قسمیں:

انبیاء کرام کو جو معجزے دیئے گئے ان کی متعدد شکلیں ہیں، اور ہر شکل میں اللہ کی بہت سی مصلحتیں پوشیدہ ہیں، جس پیغمبر سے جتنا کام لینا تھا اور جتنے عرصہ کام لینا تھا ویسا ہی اس کو معجزہ دیا گیا۔

معجزہ کی ایک شکل یہ تھی کہ کوئی انہونی یا محیر العقول چیز پہلے سے نہیں دی گئی بلکہ پیغمبر کو حکم دیا گیا کہ بستی یا اپنی برادری کے لوگوں کو اللہ کے حکم سے آگاہ کردے، طاعت کا اجر اور معصیت کی سزا سے باخبر کردے، اگر وہ مان جائیں تو ان پر سے عذاب ٹل جائے گا، ورنہ سب یکبارگی ہلاک کردیئے جائیں گے، حضرت یونس علیہ السلام کی قوم نے ان کی بات مان لی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو عذاب سے بچالیا۔

فلو لا کانت قریۃ امنت فنفعھا إیمانھا إلا قوم یونس، لما امنوا کشفنا عنھم عذاب الخزی فی الحیاۃ الدنیا و متعناھم إلی حین (یونس/۹۸)

''تو کوئی بستی ایسی کیوں نہ ہوئی کہ ایمان لاتی تو اس کے ایمان نے اسے نفع دیا، ہاں یونسؑ کی قوم ایمان لائی تو ہم نے دنیا کی زندگی میں ان سے ذلت کا عذاب دور کردیا اور ایک مدت تک (فوائد دنیاوی) سے ان کو بہرہ مند رکھا''

مگر حضرت صالح، حضرت شعیب، حضرت لوط، علیہم السلام کی قوموں نے اپنے پیغمبروں کی بات نہیں سنی بلکہ ڈھٹائی پر اتر آئے اور الٹے نبی ہی کو چیلنج کرنے لگے۔

فأتنا بما تعدنا إن کنت من الصادقین (الاعراف/۷۰)

''تم اگر سچے ہو تو جس چیز سے ہمیں ڈراتے ہو اسے لے آؤ''

ان اقوام پر پیغمبروں کی صداقت اس طرح ثابت ہوگئی کہ ان کو کفر و معصیت کی سزا مل گئی اور وہ ہلاک کردی گئیں اور ہلاکت کا ذریعہ ایسے عذاب کو بنایا گیا جس کی طرف ان کا وہم و گمان بھی نہ تھا، ایک کو زلزلہ کے ذریعہ، دوسرے کو پتھراؤ (پتھروں کی بارش) کر کے، ایک کو سیلاب اور طوفان کے ذریعہ ہلاک کیا گیا۔

اس قسم کے معجزوں سے فائدہ ان بستی والوں کو ہوا جو عذاب سے محفوظ تھیں، ان کے لئے یہ عبرت کی بات ہوئی اور نظر آگیا کہ اگر اللہ کے نبی کی بات نہ سنی تو یہی نتیجہ سامنے آئے گا، دوسری نوعیت یہ ہے کہ وہ قومیں جن میں خدا کا خوف تو تھا ہی نہیں، اس کے ساتھ ان کے اندر بعض معصیتیں بھی جڑ پکڑ چکی تھیں کہ ان کا علاج یہی تھا کہ ان کو ہمیشہ کے لئے ختم کردیا جائے لیکن اللہ تعالیٰ کے عدل و حکمت کا یہ بھی تقاضا تھا کہ ان کو ایک مہلت دے دی جائے اور اتمام حجت کے لئے پیغمبر مبعوث کئے جائیں اگر وہ اصلاح حال پر راضی ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو تباہی سے بچالیا کیونکہ:

وما ربك بظلام للعبید (حم سجدہ/۴۶)

''اور تمہارا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے''

اور اگر اپنی ضد اور عناد پر اڑے رہے تو اللہ تعالیٰ کی یہی سنت ہے کہ وہ ایک قوم کو تباہ کر کے اس کی جگہ دوسری قوم کو بسا دیتا ہے جو تباہ ہونے والوں کے جیسے بے دین نہیں ہوتے۔

واللہ الغنی وأنتم الفقراء، وإن تتولوا یستبدل قوما غیرکم، ثم لا یکونوا أمثالکم (محمد/۳۸)

''اور خدا بے نیاز ہے اور تم محتاج، اور اگر تم منہ پھیرو گے تو تمہاری جگہ اور لوگوں کو لے آئے گا اور وہ تمہاری طرح (معصیت اور نافرمانی پر مصر) نہیں ہوں گے''

> اس سے معلوم ہوا کہ ''جادو'' نظر بندی کا نام ہے، ایسا نہیں ہوتا کہ جادو کے ذریعہ کوئی رسی یا ڈنڈا سچ مچ کا سانپ بن جائے اور ہمیشہ سانپ رہے، یا کوئی مردہ زندہ ہو جائے اور ہمیشہ زندہ رہے، جادو ایک وقتی عمل ہوتا ہے، ایک کرتب اور تماشہ ہے مگر ''معجزہ'' میں حقیقتِ اشیاء بدل جاتی ہے آپ اسی واقعہ میں جو حضرت موسیٰؑ کا ہے، جادو اور معجزہ کا فرق دیکھ سکتے ہیں۔

لہٰذا ان قوموں کے لئے پیغمبر کا معجزہ پیغمبر کی صداقت کا اظہار ہے، اس کے ساتھ یہ بھی واضح ہے کہ ان انبیائے کرام علیہم السلام کا دائرہ کار مختصر تھا، صرف ایک بستی یا ایک قبیلہ کے لوگ ان کی امت دعوت تھے، اور عرصۂ کار بھی طویل نہیں تھا، چند برسوں کے اندر سب کچھ دنیا دیکھ لیتی تھی، پیغمبر نے دعوت دی اگر قوم نے قبول کرلیا تو عافیت

ان سب مقابلوں سے بڑا سخت مرحلہ بنی اسرائیل کو پستی سے ابھارنا تھا، وہ سب فرعونی طاقت کے آگے بے بس غلام تھے اور غلامی کے اس درجہ خوگر ہو چکے تھے کہ ماں باپ کے سامنے ایک نوزائیدہ بچے کو فرعونی سپاہی چیر کر دریا میں پھینک دیتا اور وہ اف نہیں کر سکتے تھے پانچ برس کے بچے سے لے کر اسی سالہ بوڑھے تک مزدوری کرنے پر مجبور کئے جاتے تھے۔

دنیا ملی اور عاقبت کے بخیر ہونے کی خوش خبری مل گئی اور اگر انکار کیا تو اس کی پاداش میں ان کو ہلاک کر دیا گیا، البتہ حضرت نوح کی امت کو دعوت کا زیادہ عرصہ ملا یعنی ساڑھے نو سو برس تک وہ زندہ رہے اور دعوت بھی ہر طرح سے اور ہر اسلوب سے دی گئی جس کا ذکر سورہ نوح میں ہے، لیکن حضرت آدم علیہ السلام کے بعد یہ پہلے پیغمبر تھے اور انسان حجری دور (Stone age) سے اس وقت تک باہر نہیں نکلا تھا، لیکن ان پیغمبروں کے بعد حضرت موسیٰ کا دور آتا ہے، ان کے دو بڑے معجزوں (عصا کے اژدہا بن جانے اور کف دست کا ایک شفاف آئینہ کی طرح چمکنے) کا ذکر تو بار بار آیا ہے، اس کے علاوہ بھی سات معجزے عطا ہوئے تھے جس کا مجموعہ نو (۹) ہوتا ہے۔

ولقد اتینا موسی تسع آیات بینات (الاسراء/۱۰۱)

"اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ کو نو (۹) واضح نشانیاں دیں"

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر قرآن کریم میں دوسرے پیغمبروں کی بہ نسبت زیادہ آیا ہے، کیونکہ ان کا مقابلہ وقت کے سب سے بڑے حکمراں سے تھا جو اپنے تئیں خود خدا ہونے کا دعویدار تھا۔

فقال أنا ربكم الأعلى (النازعات/۲۴)

"تو اس نے کہا میں تمہارا سب سے بڑا مالک ہوں"

دوسرا مقابلہ وقت کے سب سے بڑے سرمایہ دار سے تھا، عصر حاضر کی تعبیر میں آپ یوں کہہ سکتے ہیں اس وقت کے سب سے بڑے نظام سرمایہ داری کو بھی انجام کار کی خرابی سے آگاہ کرنا تھا کیونکہ انجام سے بے خبر عوام دولت ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں۔

فخرج على قومه فى زينته قال الذين يريدون الحياة الدنيا يا ليت لنا مثل ما اوتى قارون إنه لذو حظ عظيم۔ (قصص/۷۹)

"تو ایک روز قارون (بڑی) آزمائش (اور ٹھاٹھ) سے اپنی قوم کے سامنے نکلا، جو لوگ دنیا کے طالب تھے کہنے لگے کہ جیسا (مال ومتاع) قارون کو ملا ہے کاش ایسا (ہی) ہمیں بھی ملے وہ تو بڑا صاحب نصیب ہے"

ان سب مقابلوں سے بڑا سخت مرحلہ بنی اسرائیل کو پستی سے ابھارنا تھا، وہ سب فرعونی طاقت کے آگے بے بس غلام تھے اور غلامی کے اس درجہ خوگر ہو چکے تھے کہ ماں باپ کے سامنے ایک نوزائیدہ بچے کو فرعونی سپاہی چیر کر دریا میں پھینک دیتا اور وہ اف نہیں کر سکتے تھے پانچ برس کے بچے سے لے کر اسی سالہ بوڑھے تک مزدوری کرنے پر مجبور کئے جاتے تھے۔

پھر ان کے اندر اخلاقی انارکی، کام چوری، شر پسندی، آپس کے اختلافات، علماء کی طرف سے ان کی جہالت کا استحصال بھی عام تھا، ایسی قوم کو ابھارنا، اور صدیوں کا بگاڑ دور کرنا آسان کام نہ تھا، عراق کے بالائی حصے (جسکو Mesopotamia کہا جاتا ہے) سے لے کر بیت المقدس تک ان کی کارکردگی کا میدان تھا اس لئے ان کو معجزات بھی اسی طرح کے دیئے گئے، اور ایک کے بعد دوسرا معجزہ دکھایا گیا، "عصا" اور "ید بیضاء" یہ دونوں معجزے تو اسی لمحہ عطا کئے گئے جس لمحہ ان کو نبوت ورسالت سے سرفراز کیا گیا، اور یہی دو معجزے تھے جسے لے کر وہ فرعون وقت (۱) کے ایوان شاہی میں گئے اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوری قوت و شجاعت کے ساتھ ایمان کی دعوت دی، فرعون نے اس معجزہ کو سحر سمجھا، ان دو معجزوں کے علاوہ جو معجزات دیئے گئے ان کی نوعیت تکلیف پہونچا کر چونکانے کی تھی، ان کے ذریعہ فرعون کی اتباع کرنے والوں کو راہ راست پر لانے کی کوشش کی گئی، ہوتا یہ تھا کہ جب کوئی مصیبت ان کے سر آجاتی تو بلبلانے لگتے اور حضرت موسیٰ سے دعا کی درخواست کرتے مگر جب حضرت موسیٰ کی دعا سے عذاب ٹلنے لگتا تو پھر اپنی ڈھٹائی پر اتر آتے، اور صاف انکار کر دیتے۔

ان کو قحط کی مصیبت میں گرفتار کیا گیا وہ اس طرح کہ نیل کا پانی خشک ہو گیا یا اتنا کم ہو گیا کہ ان کی کھیتیاں جل کر خاک ہو گئیں اور غلہ کی پیداواری نہیں ہوئی تو قحط پڑ گیا، چونکہ قحط کا سال یاد رکھا جاتا ہے اور اس کو تاریخ کا موڑ سمجھا جاتا ہے اور لوگ کہا کرتے ہیں کہ یہ واقعہ قحط کے سال ہوتا تھا یا فلاں شخص قحط کے دو سال بعد پیدا ہوتا، اس لئے قحط کا نام سنون/سنین پڑ گیا، (سن کی جمع) اس قحط کے نتیجے میں پیداوار کم ہوئی، مال میں کمی آئی، لوگ بھوکوں مرنے لگے جس کی وجہ سے ان کی تعداد کم ہو گئی، ان تینوں کو علحدہ علحدہ بھی بتایا گیا ہے، اس لئے مفسرین نے ان تینوں کو ایک ہی معجزہ قرار دیا ہے، اور بعض مفسرین نے ان کو تین معجزے قرار دیا ہے (قحط نقص، مال، نقص ثمرات)۔

فرعون والوں پر ایک عذاب "طوفان" کی شکل میں مسلط کیا گیا، مفسرین نے اس کی متعین تاریخ اور نوعیت کا ذکر نہیں کیا ہے، البتہ قاضی بیضاوی نے ایک اسرائیلی روایت کو تسلیم کیا ہے کہ یہ بھی نیل ہی کی طغیانی کی وجہ سے آیا تھا، اور جب کھیتوں کو پانی کی ضرورت تھی اس وقت نیل خشک ہو جاتا اور جب کسی طرح کھیتی تیار ہوتی تو سیلاب اور طوفان سے اس کو تباہ کر دیا جاتا۔

تیسرا عذاب یہ آیا کہ ٹڈی دل (الجراد) اتنے بڑھ گئے کہ درختوں کے سارے پھل اور میوے برباد ہو گئے۔

چوتھا عذاب یہ آیا کہ قُمل لاتعداد پیدا ہونے لگے، تفسیر خازن نے قمل کا ترجمہ "بستر میں پیدا ہونے والے کیڑے" کیا ہے، مگر ابن جریر اور آلوسی نے اس کا ترجمہ غلہ میں پیدا ہونے والے گھُن سے کیا ہے یہ زیادہ قرین قیاس ہے۔

پانچواں عذاب یہ آیا کہ مینڈک کثرت سے پیدا ہونے لگے، زمین سے گویا ابل رہے تھے، روٹی کے تنور بناتے تو اس میں مینڈک، راستہ چلتے تو پیروں کے نیچے اور پیروں کے اوپر مینڈک، جہاں غلہ رکھتے وہاں مینڈک۔

چھٹا عذاب دریائے نیل کا خون سے رنگین ہو جانا تھا، اب پانی کے بجائے ان کو خون مل رہا تھا، خون پئیں، خون سے طہارت کریں، خون سے روٹی گوندھیں۔

ساتواں معجزہ دریائے نیل کو حضرت موسیٰ کے لئے پھاڑ کر راستہ دینا۔

لہٰذا عصا اور ید بیضاء کو ملا کر اس طرح یہ نو معجزے ہوئے، قرآن کریم میں اس کا ذکر اس طرح آیا ہے۔

ولقد أخذنا آل فرعون بالسنين و نقص من الثمرات لعلهم يذكرون فاذا جاء تهم الحسنة قالوا لنا هذه وإن تصبهم سيئة يطّيّروا بموسى ومن معه ألا إنما طائرهم عند الله ولكن اكثرهم لا يعلمون وقالوا مهما تاتنا به من آية لتسحرنا بها فما نحن لك بمؤمنين فارسلنا عليهم الطوفان والجراد والقمل والضفادع الدم آيات مفصلت فاستكبروا و كانوا مجرمين (الأعراف/ ۱۳۰، ۱۳۳)

"اور ہم نے فرعون والوں کو مبتلا کیا قحط سالی میں اور پھلوں کی کم پیداواری میں تاکہ وہ (حق بات کو) سمجھ جاویں سو جب ان پر خوشحالی آجاتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہمارے لئے ہونا ہی چاہئے اور اگر ان کو کوئی بدحالی پیش آتی تو موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کی نحوست بتلاتے یاد رکھو، کہ ان کی نحوست اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے لیکن ان میں اکثر لوگ نہیں جانتے تھے اور (یوں) کہتے تھے (خواہ) کیسی ہی عجیب بات ہمارے سامنے لاؤ، کہ اس کے ذریعہ سے ہم پر جادو چلاؤ (جب بھی) ہم تمہاری بات ہرگز نہ مانیں گے، پھر ہم نے ان پر طوفان بھیجا، اور ٹڈیاں، اور گھن کا کیڑا، اور مینڈک اور خون، کہ یہ سب کھلے کھلے معجزے تھے، سو وہ تکبر کرتے رہے وہ لوگ کچھ تھے ہی جرائم پیشہ"

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا ذکر سورہ اعراف کے علاوہ سورۃ اسراء (آیت ۱۰۱) سورہ طٰہٰ (آیت ۵۶) سورۃ نمل (آیت ۱۳، ۱۴) سورہ قصص (آیت ۳۶، ۳۷) سورہ زخرف (آیت ۴۸، ۵۰) سورہ قمر (آیت ۴۱، ۴۲) سورہ نازعات (آیت ۲۰، ۲۱) میں مذکور ہے۔

چونکہ موسیٰ کو معجزات کثرت سے دیئے گئے اور ان کا سابقہ بھی ایسی ہی قوم سے تھا کہ جب تک عذاب ان کے سر مسلط رہتا ٹھیک رہتے اور جیسے ہی عذاب ٹلتا "إذهم ينكثون" (۲) یکبارگی ایسا پلٹ جاتے جیسے کبھی ان پر مصیبت پڑی ہی نہ تھی۔

اسی طرح حضرت عزیر علیہ السلام کو ایک نقص عادت کا مشاہدہ کرایا گیا کہ ایک سو سال پہلے کے مرے ہوئے آدمی کو اس طرح زندہ دکھایا گیا کہ اس کا کھانا پانی بھی باسی نہیں ہوا تھا، اس کی سواری (حمار) بھی اسی طرح تھی، جس طرح سو سال پہلے تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا گیا کہ چار پرند کو ذبح کر کے ان کے ٹکڑے کرو اور ہر ایک ٹکڑا پہاڑوں پر پھینک دو پھر ان کو آواز دو وہ پرند دوڑتے چلے آئیں گے لیکن اس کی محاکاۃ جس طرح پیش کی گئی اس کا مقصد ان کی قوم کو دوبارہ زندگی کا قائل کرنا تھا۔

ان کا دائرہ کار بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دائرہ کار سے بڑھا ہوا تھا اور عرصۂ نبوت ان کے عصر سے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک کا زمانہ ہے۔

حاصل کلام یہ کہ معجزات کی قسمیں اور ان کے انواع یکساں نہیں ہیں، البتہ تمام معجزات کو سامنے رکھ کر یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ جس نبی سے جتنا کام لینا تھا اسی وزن اور اہمیت کا معجزہ دیا گیا ہے۔

حواشی:-

۱۔ "فرعون" کسی خاص بادشاہ کا نام نہیں تھا، بلکہ مصر کے قبطیوں میں جو بادشاہ ہوتا اس کا لقب فرعون ہوتا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں جو "فرعون" تخت نشیں تھا اس کا نام مسیس ثانی تھا۔

۲۔ "ینکثون" کے لفظی معنی ہیں کسی عہد کا توڑ کر پھر اپنی جگہ واپس آجانا۔

صہیونیت

وہ دنیا کو اس کے لئے تیار کر رہے ہیں

تحریر: عبدالعزیز مصطفیٰ کامل ——— ترجمانی: مولانا سید سلمان الحسینی

"میں اپنے دل کی گہرائی سے اس پر ایمان رکھتا ہوں کہ خداوند کریم مجھ جیسے اور تم جیسے لوگوں کی نگہداشت فرمائے گا تاکہ ہم دنیا کے شہنشاہ اور سرداروں کے سردار کی واپسی کے لئے تیاری کریں"

ان الفاظ میں امریکا کے سابق صدر رونالڈ ریگن نے اس اعتقادی نظام کو مختصراً بیان کیا جو مغرب(۱) کے بہت سے مذہبی فکری اور سیاسی قائدین کے نقطۂ نظر پر حکمرانی کرتا ہے۔

یہ لوگ خواہ یہودی ہوں یا عیسائی، ان کے درمیان قدر مشترک "منتظر موعود" کے لئے تیاری اور انتظامات کی فکر ہے۔

یہ الفاظ اگر کسی فادر یا بشپ کی زبان سے کسی گرجا یا کلیسا میں نکلے ہوتے، تو ہمیں تعجب نہ ہوتا، لیکن یہ الفاظ اس شخص کے ہیں، جو دنیا کی ایک بڑی طاقت کا مالک اور بڑے ملک کا صدر تھا۔

دنیا ایک صدی سے ان طاقتوں کے زیر اثر زندگی گزار رہی ہے جو اس کا یقین رکھتے ہیں کہ وہ "مسیح کی آمد" کے لئے دنیا کو تیار کر رہے ہیں۔

اگر ریگن یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ وہ دنیا کو "استقبال مسیح" کے لئے تیار کر رہے ہیں تو دوسری طرف یہ حقیقت بھی یاد رہنا چاہئے کہ جن لوگوں نے "ریگن" کو عہدۂ حکومت تک پہونچایا وہ ایک دوسرے کے لئے دنیا کو تیار کر رہے ہیں، کیونکہ یہودیوں کا "مسیح" وہ نہیں ہے جو عیسائیوں کا "مسیح" ہے۔

ہزارۂ سوم اور اس کی تیاری کا عقیدہ:

یہودی اور عیسائی دونوں مذاہب کے لوگوں کا یہ یقین ہے کہ ایک "منتظر" کی آمد قریب ہے اور اس کے لئے تیاری بھی ضروری ہے دونوں کے درمیان ایک مشترک عقیدہ ہے جو "ہزارہ کا عقیدہ" کہلاتا ہے وہ اس کے لئے (Millenarianism) کا لفظ استعمال کرتے ہیں جس کے معنی ہیں "ہزارہ کے مضمرات" اصلاً یہ یہودی عقیدہ ہے کہ ہر ہزارہ کے سرے پر دنیا بڑے بڑے واقعات سے گذرتی ہے، اور یہ حوادث تسلسل کے ساتھ پیش آتے رہتے ہیں یہاں تک کہ آخری "ہزارہ کا بادشاہ" ظاہر ہو جائے جو بڑے حادثات، مصائب وفتن کے بعد عالم پر حکمرانی کرے گا۔

۲۔ یہودیوں کے عقیدہ کے مطابق "مسیح" سنیچر کے دن سے پہلے آئے گا یعنی دنیا کی عمر کے ساتویں دن میں۔ وہ دنیا کا "ہزارہ ہشتم" ہوگا، "ایمانویل ہیمان" کا کہنا ہے کہ ہم مسیح کی واپسی سے پہلے کے مرحلۂ پُرفتن میں داخل ہو چکے ہیں۔(۲)

یہ عقیدہ تورات پر ایمان کے نتیجہ میں یہودیوں سے عیسائیوں میں منتقل ہوا، جس بات سے "ہزارہ کے عقیدہ" پر عیسائیوں کے گہرے یقین کا پتہ چلتا ہے وہ یہ ہے کہ ہزارہ اول کے اختتام پر انہیں "ہزارہ کا بخار" چڑھا تھا، جس کا اثر ان وحشیانہ صلیبی حملوں کی شکل میں ظاہر ہوا تھا، جو مشرقی علاقوں پر مغربی عیسائی دنیا کی طرف سے شہر قدس۔ ہزاری فرستادہ (۳) کے دارالحکومت پر قبضہ کے مقصد سے کئے گئے تھے، جب انہیں اس وقت قدس پر غلبہ نہیں حاصل ہوا، تو انہوں نے دوسرے ہزارہ کا انتظار شروع کر دیا۔

یہودیوں کا منتظر بادشاہ:

شاید کسی کے ذہن میں یہ بات آئے کہ "ہزارہ کے عقیدہ" اور "دنیا کے سات دور" کی باتیں یہودیوں کے صرف ایک غالی طبقہ میں پائی جاتی ہیں، یہ خیال صحیح نہیں ہے، واقعہ یہ ہے کہ اکثر یہودی قائدین اور سیاسی زعماء حکومت اسرائیل کو "ہزارۂ اخیر" کی بادشاہت کے لئے بنیاد کا پتھر مانتے ہیں، یہ بات سرکاری اور حکومتی سطح پر تسلیم شدہ ہے، جس کی واضح دلیل یہ ہے کہ یہودی حکومت کا سرکاری نشان "شمعدان" ہے جس کو عبرانی زبان میں "المینوراۃ" کہتے ہیں، جس کی سات شاخیں ہیں جو تخلیق کے سات دنوں کی طرف اشارہ کرتی ہیں، اس کا ساتواں پہلو، شاخ یا گوشہ (اسرائیل) کی طرف اس کے ساتویں ہزارہ میں اشارہ کرتا ہے، یعنی اسرائیلی حکومت ہی وہ حکومت ہے جو اس بادشاہت میں تبدیل ہو جائے گی جو "شہر قدس" سے پوری دنیا پر سلامتی کے اس بادشاہ کے تحت جو داؤد کی نسل سے ہوگا، حکومت کرے گی۔

یہودیوں نے اپنے "منتظر بادشاہ" کا عقیدہ تورات کی اس عبارت سے اخذ کیا ہے:

"اے صہیون کی بیٹی خوش ہو، اے یروشلم نعرہ لگا، دیکھ وہ تیرا بادشاہ تیری طرف آرہا ہے، منصف اور منصور، متواضع، اور گدھے کی سواری اختیار کرنے والا (۴)۔

وہ اس بادشاہ کو "ماشیح" کہتے ہیں، یہ "مشح" مشتق ہے عبرانی لفظ سے یعنی "مقدس زیتون"، جس کو لگایا گیا، ان کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ وہ

بادشاہ پوری دنیا کے بکھرے ہوئے یہودیوں کو اکٹھا کر دے گا (کتاب اشعیا ۱۱/۱۔۳) میں آیا ہے:

"اس دن سے آقا اپنا ہاتھ پھیلا کر اپنی بقیہ قوم کو آشور، مصر، فتروس، کوش، عیلام، شنعار، حماۃ اور جزائر البحر سے جمع کرے گا، اور قوموں کے لئے جھنڈا نصب کر دے گا، اور جلا وطن اسرائیلیوں اور بکھرے ہوئے یہودیوں کو اطراف عالم سے سمیٹ لے گا"۔

اسی لئے جب گذشتہ صدی کے دوسرے نصف میں لاکھوں یہودی مقدس سرزمین واپس آئے، اور لاکھوں ابھی اس کے باہر ہیں (۵) تو یہودیوں کو یقین ہو گیا کہ بیت المقدس میں ان کے باقیماندہ لوگوں کو اکٹھا کرنے کے لئے "مسیح" کا زمانہ قریب آگیا ہے۔

"ایمانویل ہیمان" کہتا ہے:

اکثر آرتھوڈکس علماء کہتے ہیں کہ "مسیح" کی منتظر واپسی کا مرحلہ چونکہ شروع ہو چکا ہے اس لئے ہم ایک عبوری دور سے گذر رہے ہیں، جس کی وضاحت سرزمین مقدس کی طرف یہودی قوم کے ایک حصہ کی واپسی سے ہوتی ہے۔

"یہودی بنیاد پرستی" کا مصنف کہتا ہے: "کہ اس نے ایک یہودی حاخام سے ملاقات کی اور مسیح منتظر کی بات ہوئی، تو حاخام نے کہا:

ہم لوگ یقینی طور پر "مسیح منتظر" کے دور کے قریب ہیں، تورات اس بات کو قوت کے ساتھ کہتی ہے کتاب استثناء کے اصحاح ۳۱ میں کہا گیا ہے:

"اگر تم ان تمام اقوام سے ہٹ کر اپنے رب کی طرف واپس آؤ گے اور اس کی آواز سنو گے، جس طرح میں تمہیں حکم دے رہا ہوں، تو تمہارا رب تمہارے تمام اسیروں کو واپس کر دے گا اور تم پر رحم کرے گا"۔

مصنف نے پھر اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا:

"تورات کی یہ عبارت اختتام زمانہ سے متعلق ہے عنقریب خلوص دل سے کامل توبہ ہو جائے گی"۔

یہ کون سی توبہ ہے؟ یہ توبہ درحقیقت یہوہ (۶) کی طرف رجوع ہے، جس کو یہودیوں نے متعدد انسانی صفات کے ساتھ متصف کیا ہے۔

حاخام موشی کوتمان کا کہنا ہے:

اسرائیلی حکومت اختتام کا اعلان نہیں ہے، بلکہ بڑی تعداد میں یہودی نوجوانوں کی دین کی طرف بازگشت اس کی راہ ہموار کرے گی (۷)۔

اس وقت جو نسلیں یہودی معاشرہ میں گہرے اثرات کی حامل ہیں وہ تورات وتلمود کے علوم سے دلچسپی رکھنے والی اور "مسیح" کے انتظار میں دن گننے والی ہیں۔ تلمود کا فرمان ہے:

"ہر یہودی پر لازم ہے کہ وہ اس کے لئے کوشاں رہے کہ سرزمین مقدس کا اقتدار یہودیوں کے ہاتھوں میں رہے، اور جب تک یہودیوں کی آخری حکومت قائم نہ ہو اس وقت تک جنگ جاری رکھی جائے، تاآنکہ دنیا کی دو تہائی آبادی ختم ہو جائے اور مسیح کی آمد ہو اور نصرت وفتح حاصل ہو (۸)۔

تلمود اپنے پیروکاروں پر زور دیتی ہے کہ وہ مسیح کی آمد کے لئے پورے اخلاص سے دعا کریں ان کو پکاریں، وہ پکار سنیں گے اور آئیں گے (۹)۔

تلمود مزید کہتی ہے:

"حقیقی مسیح آئے گا اور اس کو فتح حاصل ہوگی، اس وقت مسیح تمام قوموں کے ہدایا قبول کرے گا، لیکن عیسائیوں کے ہدایا قبول نہیں کرے گا (۱۰) اس دن یہودیوں کے پاس بے انتہا دولت ہوگی، کیونکہ پوری دنیا کی دولت انہیں حاصل ہو جائے گی"۔

تلمود تورات کی تشریح ہے، جو قصوں اور افسانوں سے بھری پڑی ہے اور جو "مسیح منتظر" کے گرد گردش کرتی ہے۔

ڈاکٹر بارکلی تلمود پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتا ہے: "موضوع "مسیح" پر تلمود میں اس سلسلہ کی عجیب خرافات پائی جاتی ہیں، مثلاً تلمود میں آیا ہے کہ جب مسیح آئے گا تو زمین روئی اونی کپڑوں اور گیہوں کو اگل دے گی۔

اسرائیل کی سرزمین روئی، اور عمدہ کپڑے پیدا کرے گی، اور لبنان میں گیہوں کے پودے کھجور کے درختوں کی طرح ہو جائیں گے" (۱۱)۔

تلمود کی خرافات تاریخ کا صرف ایک حصہ نہیں ہیں، بلکہ آج بھی ذہنوں پر ان کی حکمرانی ہے، یہودیوں کے پروٹوکول میں کہا گیا ہے:

"اسرائیل کا بادشاہ جس دن اپنے سر پر وہ مقدس تاج رکھے گا جس کو پورا یورپ بطور ہدیہ اسے پیش کرے گا تو وہ پوری دنیا کا پٹریارک قرار پائے گا (۱۱) اسرائیل کا بادشاہ ہی دنیا کا حقیقی پوپ ہوگا، عالمی کلیسا کا پٹریارک"۔

ہمارا بادشاہ اللہ کا منتخب کردہ ہوگا، اسے اوپر سے متعین کیا جائے گا وہ تمام افکار اور نظاموں کو ختم کر دے گا، اور اسرائیل کی بادشاہت قائم کر دے گا (۱۲)۔

صہیونیت کے بانی اور عقیدہ آمد مسیح:

اگر کسی کو صہیونی پروٹوکول کے بارے میں کچھ شک وشبہ ہو، تو اسے معاصر صہیونیت کی تاریخ کا مطالعہ کرنا چاہئے، تاکہ اس کے سامنے یہ حقیقت آشکارا ہو جائے کہ "مسیح کی جلد آمد" کا عقیدہ جدید ومعاصر صہیونیت کے علمبرداروں کے ذہن پر ہمیشہ چھایا رہا۔

۱۷۷۳ء میں جب یہودی سرمایہ کاروں نے یہودیوں کے قومی مسائل پر غور وخوض کے لئے اجتماعات کا سلسلہ شروع کیا، تو مایر روتھیلڈ۔ جو

معروف یہودی سرمایہ دار رہا ہے۔ان میں اہتمام سے حاضر ہوتا رہا،اس نے پہلے جلسہ میں سرمایہ داروں سے اس کا مطالبہ کیا کہ وہ دنیا میں انقلابی تحریکات کی مدد کریں تاکہ آئندہ ان کا استعمال اپنے مقاصد کے لئے کیا جاسکے،اور دنیا کے مختلف ملکوں کے ذخائر وسرمایہ پر قبضہ کی راہ ہموار ہو،روتھیلڈ نے حاضرین کے سامنے ایک دستاویزی منصوبہ پیش کیا،اور پھر کہا: کہ جب ہمارے سردار اور دنیا کے سردار ''مسیح منتظر'' اقتدار کی باگ ڈور لینے کے لئے آجائیں گے تو جن ہاتھوں کو ہم تیار کر رہے ہیں ،وہی اس وقت راستہ کے ہر پتھر کو ہٹادیں گے(۱۳)۔

روتھیلڈ کے بعد حاخام یہود اقلعی (۱۷۹۸ء.....۱۸۷۸ء) ''مسیح منتظر'' کے عقیدہ کا بڑا پر جوش داعی تھا۔معاصر صہیونی تحریک کی ابتداء اسی کے ہاتھوں ہوئی ہے،اس نے اپنی کتاب ''سُن اے اسرائیل'' میں جس کی اشاعت ۱۸۴۳ء میں ہوئی تھی، یہ تجویز شائع کی تھی کہ یہودیوں کو چاہئے کہ وہ فلسطین میں جمع ہوں کیونکہ مسیح منتظر کا وقت بہت قریب آچکا ہے۔

اسی سے یہ افکار وخیالات ''تھیوڈور ہرزل'' نے اخذ کئے تھے۔جو معاصر صہیونیت کا مؤسس وبانی مانا جاتا ہے،اس نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا کہ یہودی حکومت قائم کرنے سے اس کی ساری دلچسپی ''مسیح منتظر'' کی آمد کے عقیدہ کی وجہ سے ہی تھی(۱۴)۔

ہرزل نے اپنی موت سے چھ ماہ پہلے اپنے ایک صحافی دوست کو اپنا ایک خواب سنایا تھا جو اس نے بچپن میں دیکھا تھا۔

''میرے سامنے مسیح خواب میں ایک بزرگ باوقار و پر جلال شخصیت کی شکل میں آئے،اور مجھے اپنے دونوں بازوؤں میں لے لیا اور ہوا میں اڑتے ہوئے،بہت دور تک مجھے لے گئے،اور پھر قوس وقزح کے درمیان موسیٰ کی صورت سامنے آئی،مسیح موسیٰ سے مخاطب ہوتے ہوئے بولے،میں اس بچہ کے لئے دعا کرتا رہتا ہوں،پھر فرمایا: جاؤ اور یہودیوں سے کہہ دو کہ میں جلد ہی آنے والا ہوں،تاکہ بڑے معجزات دکھاؤں اور اپنی قوم کے لئے عظیم کارنامے انجام دوں''(۱۵)۔

''مسیح منتظر'' کا عقیدہ صہیونیت کے بانیوں سے معاصر یہودی لیڈروں اور مذہبی پیشواؤں تک منتقل ہوا،یہودی حکومت کا پہلا وزیر اعظم ''بن گوریون'' کہتا ہے:''بادشاہت کی بازیافت کے لئے مسیح کے ظہور وآمد کا عقیدہ یہودی دین کا بنیادی ستون ہے،ہر یہودی اپنی روزانہ کی عبادتوں میں اس کو دہراتا رہتا ہے،میں مسیح کی آمد پر مکمل ایمان رکھتا ہوں اور ہمیشہ اس کا انتظار کرتا رہوں گا''۔

سیکولر یہودی اور عقیدۂ مسیح:

سیکولر لیڈر بن گوریون کی بات آپ پڑھ چکے اس کے علاوہ دیگر سیکولر سٹوں کا بھی یہی حال رہا ہے،انہوں نے اس عقیدہ کو مادی مقاصد سے جوڑ دیا۔

حاخام کوک ہوفین کہتا ہے:ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ ہم صرف مقدس روح ہی نہیں،مقدس جسم بھی رکھتے ہیں،اس لئے اسرائیل کی تجدید جسمانی نقطۂ نظر سے بھی ضروری ہے۔

عمانوئل بائی مین کہتا ہے: یہودی پیغام یہ ہے کہ دنیا کو بھی مقدس سمجھا جائے اور اسرائیل کے لئے ہزارہ کے وعدہ کو پورا کرنے کی کوشش کی جائے اس سے سیکولر لوگ خدائی اور انسانی(۱۷) اور جسمانی اور روحانی مقاصد میں شریک ہوجائیں گے(۱۸)۔

قدس کی عبرانی یونیورسٹی کا آرتھوڈکس یہودی فلسفی ایوراھام راونیکسی کہتا ہے:

''۱۹۶۷ء سے پہلے سیکولر صہیونی اقتدار میں تھے،اور وہ حکمراں سیاسی طبقہ کی تشکیل کرتے تھے،فوج پر بھی ان کی ہی گرفت تھی،رہے آرتھوڈکس تو وہ تورات کے حامل وامین تھے،لیکن ''دیوار گریہ'' پر قبضہ نے مذہبی لوگوں کو صہیونیت کا علمبردار بنادیا(۱۹)''۔

۱۹۹۴ء میں ایک یہودی حاخام کا انتقال ہوا،جس نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ وہ ''مسیح منتظر'' ہے،اس کے اردگرد ہزار ہا ہزار یہودی اکٹھا ہوگئے تھے،اس کا مختصر اقصہ یہ ہے کہ ایک یہودی مذہبی گروپ نے جس نے اپنا نام ''حبد'' رکھا تھا ۱۹۸۸ء کے الیکشن میں ''اجودات اسرائیل'' تحریک کے تعاون کے طور پر حصہ لیا تھا،پارلیمنٹ میں اس کے نمائندگان کی تعداد اتنی ہوگئی تھی کہ اس نے ''ہیگل تورات'' کے نام سے ایک نئی پارٹی بنالی،اس گروپ نے سیاسی عمل دخل کے ساتھ ''مسیح'' کی قریبی آمد کی خوشخبری بھی دینا شروع کردی،سیاسی جلسوں میں شرکت کر کے ''مسیح'' کی آمد کی بات زور وشور سے کہتا رہا،اس کے پیروؤں میں اس عقیدہ کا جوش پیدا ہوگیا اور وہ یہ سمجھنے لگے کہ وہ پوری دنیا میں ''مسیح'' کے لشکری ہیں،انہوں نے نیویارک،لندن،پیرس،مڈریڈ اور جینوا وغیرہ میں سیاہ کپڑوں میں ملبوس ہوکر اپنی تحریک شروع کردی،یہودی محلوں اور آبادیوں میں جاجا کر وہ دین اور توبہ کی دعوت دیتے،اور یہودی عوام کو استقبال مسیح کے لئے تیار کرتے،اسی پر جوش اور گرما گرم فضا میں حاخام(مناحیم شینرسن) نے دعوی کردیا کہ وہی ''مسیح منتظر'' ہے،وہ تورات کا بڑا ماہر تھا،اور زبردست علمی اور خطیبانہ صلاحیت رکھتا تھا،اور بڑا شعلہ بیان مقرر تھا،اور معموں اور پہیلیوں کو حل کرنے کا ماہر تھا،اس کے علاوہ مختلف موضوعات پر اس کو

ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں حاصل تھیں،ان سب خصوصیات نے اس کو لوگوں کی نظر میں ایک افسانوی شخصیت بنادیا تھا۔

یہودیوں نے اسی شخص سے متعلق طرح طرح کے معجزات اور کرامات کے جال بننے شروع کردیئے اور شہر بردکلین میں اس کا گھر یہودی مریدوں کی آماجگاہ بن گیا،نوے کی دہائی میں اس کے پیروکاروں کی تعداد اچھی خاصی ہوگئی جو اس کے ''مسیح'' ہونے کے قائل تھے،اس نے لوگوں کے اس اعتقاد پر خاموشی سادھ لی،پھر دھیرے دھیرے اس کا استحصال کرنا شروع کیا اور یہ کہنے لگا کہ وہ ''حبد'' تحریک کے بانیوں کی ساتویں نسل سے ہے،اور نسبی طور پر اس کا تعلق حضرت داود سے ہے،لیکن جو ''نجات دہندہ'' بن کر سامنے آیا تھا،اس کی جلد ہی موت ہوگئی،جس نے اس کے مقتدیوں میں مایوسی پیدا کردی،اور بعضوں نے یہ کہنا شروع کردیا کہ وہ دوبارہ سفید پوشاک میں ظاہر ہوں گے(۲۰)۔

بہرحال اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ''مسیح'' کی آمد کا عقیدہ یہودیوں میں پختہ ہے،اور وہ اس کے شدید انتظار میں ہیں۔

یہودی الٰہیات کے انسٹی ٹیوٹ کے پرنسپل اسمار شورش نے رابین کے قتل کی یہی توجیہہ کی تھی کہ اس کے پیچھے مسیح کی آمد سے متعلق عقائد کارفرما تھے،اس نے کہا تھا:

''رابین کے قتل کا تعلق نہ آرتھوڈکس سے تھا،نہ مذہبی جذبات سے بلکہ یہ ''منتظر مسیح'' کی جلدی آمد کے لئے کیا گیا تھا،۶ دن کی جنگ کے بعد بھی یہ پکار تھی،مسیح منتظر کے ہاتھوں نجات،اور سرزمین قدس کے تقدس کا اعتقاد اس کا متقاضی تھا کہ زمین اغیار کو نہ دی جائے،اور انہیں وہاں سے نکال دیا جائے ورنہ مسیح کی آمد میں تاخیر ہوگی''۔

عمانوئیل حائی مین کہتا ہے:

''مذہبی جماعتوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان یہودی عقائد کی حفاظت کریں،اور کسی طاقت کو اس کا موقع نہ دیں کہ وہ مسیح کی آمد کی راہ میں رکاوٹ بن سکے''(۲۱)۔

نیتن یاہو کا دور یہودی مذہبی جماعتوں کے لئے اطمینان کا تھا،کیونکہ ان کو یہ اطمینان دلا رکھا تھا کہ وہ جس کو مقدس سرزمین سمجھتے ہیں اس سے دستبرداری کا کوئی امکان نہیں۔

''یہودی بنیاد پرستی'' کا مصنف لکھتا ہے:

''دائیں بازو کی کامیابی نے مذہبی اسرائیلیوں کے ان اندیشوں کو کم کردیا کہ یہودی نو آبادیات کے بارے میں کوئی سمجھوتہ نہ ہوگا ان کے نزدیک توراتی زمین پر مسیح کی آمد سے پہلے یہودی قبضہ ضروری ہے کیونکہ اس شکل میں ''نجات کی منتظر گھڑی'' آسکے گی۔

یہیں سے یہ سمجھتا جاسکتا ہے کہ ''یہود باراک'' نے اپنی کامیابی کے بعد مذہبی جماعتوں کو اطمینان دلانے کی بھرپور کوشش کی کہ وہ نو آبادیات میں کوئی تبدیلی نہیں کریں گے،مشرقی قدس کے بارے میں کوئی کوتاہی نہیں کریں گے اور ۱۹۶۷ء سے پہلے کے دور کی طرف واپسی کو قبول نہیں کریں گے۔''

یہودی مذہبی جماعتوں کا اسرائیلی حکومت پر کتنا اثر ہے،اس کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ ہر وزیر اعظم انہیں خوش رکھنے کی کوشش کرتا ہے،اور ان کے درمیان آپس میں بہت سے اختلافات کے باوجود ''مسیح منتظر'' کی آمد پر اتفاق ہے۔

پوشیدہ طاقتیں اور تیاری کی کوششیں:

''مسیح'' کی آمد کیونکہ یہودیوں کا مرکزی مسئلہ ہے اس لئے ایک طویل عرصہ سے یہودیوں نے نہایت گہری سازشوں کے ذریعہ دنیا کے اہم ملکوں پر اپنے خفیہ قبضہ کا جال بچھایا،اور فلسطین کو مرکز بنا کر دنیا کو ''آمد مسیح'' کے لئے تیار کرنے کی مسلسل مہم چلائی۔

''شطرنج کے مہرے'' کا مؤلف(ولیم کار) لکھتا ہے:

یہودیوں نے فلسطین کو اپنے منصوبہ کے نفاذ کے لئے جغرافیائی مرکز کے طور پر اختیار کیا، تاکہ وہاں سے وہ دنیا پر اپنا اقتدار قائم کریں اور اپنے بادشاہ کو دنیا کے بادشاہ کے طور پر نصب کریں۔

عمانوئیل ہائی مین کہتا ہے:

''اکیسویں صدی کے یہودیوں کا بڑا مقصد یہ ہے کہ وہ ماضی کے ساتھ مخلصانہ تعلق قائم رکھتے ہوئے،نئے مستقبل کو وجود میں لانے کی کوشش کریں''(۲۲)۔

یہ تو یہودیوں کا بڑا ہدف ہے، عیسائیوں کے سامنے بڑا ہدف کیا ہے،وہ کس مستقبل کی تیاری کر رہے ہیں،اور وہ کون ''شخص'' ہے جس کے انتظار میں وہ دن گن رہے ہیں،اور دنیا کو اس کے لئے کس طرح تیار کر رہے ہیں، آئندہ فصل میں اس موضوع پر گفتگو ہوگی۔

✿✿✿

۱۔ یہ الفاظ ریگن نے ایک خاص میٹنگ میں کہے جس کا انعقاد وہائٹ ہاؤس میں ۱۹۸۵ء میں ہوا تھا اور اس میں ''جیمی بیکرہ'' بشپ سوا گارٹ،''جیری فال ویل'' اور بشپ ''مانک ایوینز'' وہ یہودی جس نے عیسائیت قبول کی اور جارج بش کا گہرا دوست تھا،اور سخت ترین حالات میں اس سے جدا نہ ہوا شریک تھے۔(دیکھئے الفہو،وہ والسیاسۃ،ص ۱۹۲)۔

۲۔ دیکھئے کتاب ''یہودی بنیاد پرستی'' از ایرا نویل ہیمان،ص ۹۱۔

۳۔ بعض مورخین کی رائے کے مطابق۔

۴۔ دیکھئے کتاب زکریا ۱/۹۔

سید احمد شہید اکیڈمی دارعرفات تکیہ کلاں رائے بریلی

• **سیرت رسول اکرم ﷺ** : حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے قلم سے سیرت پر مختصر، جامع اور مؤثر ترین کتاب دوسرا ایڈیشن مجلد، صفحات: ۳۶۳، قیمت -/90

• **إذا هبت ريح الإيمان** : حضرت مولانا ہی کے قلم سے حضرت سید احمد شہید کے مؤثر واقعات نہایت سلیس اور آسان عربی زبان میں اکثر مدارس میں داخل نصاب۔صفحات ۲۰۸، قیمت -/40.

• **مطالعہ حدیث کے اصول ومبادی** : حدیث وعلوم حدیث کی بنیادی معلومات کے ساتھ مطالعہ حدیث کا ایک نیا رخ، اور حدیث سے اشتغال رکھنے والوں کو نہایت اہم ہدایات اور مشورے، اردو میں پہلی بار منظر عام پر حضرت مولاناؒ کے قلم سے۔صفحات ۸۸، قیمت -/10.

• **موجودہ حالات میں مسلمان کیا کریں؟** : فسادات کے موقع پر لکھا گیا ایک اہم مضمون، حضرت مولاناؒ کے قلم سے، صفحات ۲۵، قیمت -/6.

• **تاریخ تدوین حدیث** : محدث جلیل مولانا محمد عبدالرشید نعمانیؒ کے قلم سے، تدوین حدیث کی تاریخ کا بہترین مرقع، حدیث کا ذوق پیدا کرنے والی بہترین کتاب، صفحات ۲۴۲، قیمت -/60.

• **اصلاح** : رشتہ داروں کے حقوق، صلہ رحمی کے فضائل، اہمیت وضرورت پر مشتمل مختصر لیکن مؤثر رسالہ، مولانا حکیم سید عبدالحی حسنیؒ کے قلم سے، صفحات ۴۴، قیمت -/6 .

• **الهند في العهد الاسلامي** : ہندوستان میں عہد اسلامی کی مکمل تاریخ، مسلم حکمرانوں، سیاسی، سماجی، واقتصادی خدمات کا جائزہ نیز ملک کے جغرافیائی حالات پر مشتمل مباحث کا مجموعہ جو کہ فن تاریخ نویسی میں ایک مقام اور تاریخی مآخذ میں مرجع کی حیثیت رکھتا ہے۔(از: مولانا حکیم سید عبدالحی حسنیؒ) صفحات ۴۰۰، قیمت -/150 .

• **مکتوبات** : مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے مکتوبات کا مجموعہ، جو مولانا نے اپنے بزرگوں اور دوستوں کے نام لکھے، جن میں دعوتی واصلاحی ہدایات بھی ہیں اور ادبی وسیاسی رہنمائیاں بھی، ان سے مولانا کی وہ فکر سامنے آتی ہے جو مولانا کے آگے کے کاموں کی بنیاد ہے، ان سے مولانا کی علمی ودعوتی کوششوں کا نقشہ سامنے آتا ہے اور عالم اسلام کی دینی وعملی تحریکات کے سلسلے میں مولانا کا مشاہدہ وتصور سامنے آتا ہے، نیز ان میں متعدد معلوماتی پہلو ایسے ہیں جو دوسری جگہ نہیں ملیں گے، صفحات ۳۲۰، قیمت -/80.

• **قرآن آپ سے مخاطب ھے** : قرآنی آیات کی روشنی میں لکھے گئے دعوتی واصلاحی مضامین کا مجموعہ، بانی تعمیر حیات مولانا محمد الحسنیؒ کے قلم سے، صفحات ۱۰۸، قیمت -/32

• **سوانح مفکر اسلام** :حضرت مولانا کے سوانح حیات، اہم واقعات، دینی وملی خدمات کا مختصر جائزہ، اور ان کے امتیازی اوصاف وکمالات پر مشتمل ایک اہم مرقع۔(مرتب: سید بلال عبدالحی حسنی ندوی) صفحات ۵۶۴، قیمت -/130.

• **حدیث کی روشنی** : اصلاحی موضوعات پر احادیث نبوی ﷺ کا انتخاب اور ان کی دلنشین تشریح (مرتب: سید بلال عبدالحی حسنی ندوی) صفحات ۸۸، قیمت -/22.

• **تجہیز وتکفین** : عیادت مریض سے لیکر میت کو کفن دفن کرنے اور اس کے بعد تک کے آداب ومسائل پر مشتمل کتاب، زبان ستھری وسلیس، عوام وخواص سب کے لئے یکساں مفید ومعاون (مرتب: راشد حسین ندوی) صفحات ۱۲۷، قیمت -/36.

ملنے کا پتہ: مجلس تحقیقات ونشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ۔
مکتبہ ندویہ : دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

۵۔ ''یہودہ'' یہودیوں کے یہاں خدا کا اسم اعظم ہے اور اس کے معنی ''لشکروں کے رب'' کے ہیں، یا اس کے معنی بجلیاں گرانے والے کے ہیں، اس کا ذکر تورات میں چھ ہزار مرتبہ سے زیادہ آیا ہے، اور اس کا تقدس ایسا ہے کہ کسی یہودی کو اس نام کے زبان پر لانے کی اجازت نہیں، صرف قدس الاقداس کے اندر سب سے بڑا احاخام یہ نام لے سکتا ہے۔

۶۔ دیکھئے الاصولیۃ الیہودیۃ، ص ۱۲۔

۷۔ دیکھئے التلمود وتعالیمہ، ص ۵۔

۸۔ دیکھئے الطائفیۃ التواریۃ، ص ۸۹۔

۹۔ یہودی اصلاً عیسائیوں سے نفرت رکھتے ہیں، اپنے مقاصد کے لئے وہ انہیں استعمال کرتے رہتے ہیں۔ دیکھئے کتاب فضح التلمود (از: زہدی فاتح)۔

۱۰۔ دیکھئے ''التلمود وتعالیمہ'' ص ۶۰۔

۱۱۔ دیکھئے پندرھواں پروٹوکول، ص ۱۶۳۔

۱۲۔ دیکھئے ''پروٹوکول نمبر ۲۳، ص ۱۷۲۔

۱۳۔ دیکھئے اجاج علی رقعۃ الشطرنج (از: ولیم کار) ص ۴۴۔

۱۴۔ ہرزل کی کتاب ''یہودی حکومت کے عنوان سے معروف ہے جس میں اس نے حکومت کے بارے میں اپنے خیالات پیش کئے ہیں جو اس کی موت کے پچاس سال بعد قائم ہوئی۔

۱۵۔ دیکھئے اسرائیل الکبریٰ (از: ڈاکٹر اسعد رزوق) ص ۱۸۔

۱۶۔ دیکھئے ''الخلفیۃ التوراتیۃ للموقف الامریکی'' (امریکی موقف کا توراتی پس منظر) ص ۲۲۔

۱۷۔ دیکھئے ''جیش کراتیل ۱/۱۲/۱۹۹۵ء۔

۱۸۔ یہ لفظ حکمت، ذہانت اور علم کے ہم معنی عبرانی الفاظ کا کوڈ ہے، ان کو ''لوباوش'' بھی وہائٹ رشیا کے ایک شہر کی نسبت سے کہا جاتا ہے جہاں تحریک کا نشو ونما ہوا تھا۔

۱۹۔ دیکھئے کتاب ''الاصولیۃ الیہودیۃ'' کی فصل بعنوان ''لوباوش''۔

۲۰۔ دیکھئے ''الاصولیۃ الیہودیۃ'' ص ۱۸۱۔

۲۱۔ دیکھئے ''الاصولیۃ الیہودیۃ'' ص ۲۲۵۔

❁❁❁

(پہلی قسط)

یہ صلیبی جنگ تھی یا نورا کشتی؟

مولانا نذر الحفیظ ندوی

اکیسویں صدی کے آغاز میں امریکہ نے صرف ایک بات سچ کہی ہے وہ یہ کہ ''یہ صلیبی جنگ ہے'' اس سچ کو ثابت کرنے کے لئے اس سپر پاور نے پہلے افغانستان پر قبضہ کیا، پھر دوسرے مرحلہ میں عراق کو توڑ کر رکھ دیا، اس طرح یہودیت اور عیسائیت دونوں کو بش نے صدیوں کے بعد ایک نئی زندگی دی ہے۔ع آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔ہمیں مایوس اور شکستہ دل ہونے کے بجائے ٹھنڈے دل ودماغ سے ان حالات پر غور کرنا چاہئے جن کی وجہ سے ہماری یہ حالت ہوئی، اس گھٹاٹوپ تاریکی میں امید کی کرنیں بھی ہیں، ہوسکتا ہے تین چار قسطوں میں یہ مضمون آئے (نذر)

مغربی میڈیا نے پوری دنیا کو عراق پر حملہ کے دو بنیادی سبب بتائے، اول یہ کہ عراق کے پاس کیمیائی اور جراثیمی ہتھیار ہیں، دوسرے یہ کہ صدام حسین ایسے ڈکٹیٹر ہیں جن کے دور میں عراقی عوام پر بہت ظلم ہورہے ہیں اور وہ محکومی و غلامی کی زندگی بسر کر رہے ہیں، ان دونوں ہی اسباب کی تشہیر افغانستان پر قبضہ کے بعد سے بڑے پیمانہ پر کی جارہی تھی، اور اقوام متحدہ کے اسٹیج پر ڈرامہ بھی ہورہا تھا، عراقی فوج کی طاقت کو ہولناک طریقہ سے پیش کیا جارہا تھا، خصوصاً رچرڈ پبلکن گارڈ کی جن کی جنگی صلاحیتوں کو افسانوی انداز میں بیان کر کے جنگی فضا پیدا کی جارہی تھی، لیکن اس پردے میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈہ بھی ہورہا تھا، عیسائیوں اور یہودیوں کی طرف سے مشترکہ محاذ بنا کر عراق کے خلاف جنگ کو دینی رنگ دیا جارہا تھا، وہائٹ ہاؤس پر حاوی متعصب یہودی مشیروں کی اکثریت اور پینٹاگن پر چھائے ہوئے یہودی عناصر نے اس جنگ کی منصوبہ بندی مذہبی جذبہ سے کر ڈالی، اسرائیل نے قدم بقدم ان تمام تیاریوں میں پوری شرکت کی اور اس قضیہ کو موت وحیات کا مسئلہ بنالیا۔

امریکی صدر بش تمام امریکی صدور کی طرح اسرائیل کو ایسی مملکت تصور کرتے ہیں جو تورات کے مطابق ہے، جیسا کہ امریکی مصنف و مفکر مائیکل کولنز نے دبئی میں لیکچر دیتے ہوئے ابھی حال ہی میں کہا ہے کہ اسرائیل کا مذہبی خواب پورا ہوا ہے، امریکہ عراق ہی نہیں پورے مشرق وسطیٰ پر قابض رہے گا، عراق سے نمٹنے کے بعد پورے عالم عربی کے سیاسی، سماجی، جغرافیائی اور تعلیمی نظام میں زبردست تبدیلی لائے گا، اس کے ساتھ فلسطینی علاقوں سے فلسطینیوں کو نکال کر عراق میں انھیں بسا کر ہمیشہ کے لئے اس دردسر سے نجات حاصل کرے گا——عراق پر قبضہ یہودیوں کے مذہبی منصوبے کا جزء ہے، اسی لئے امریکہ کی یہودی لابی اور اسرائیل نے اس جنگ کو پوری قوت سے آگے بڑھایا ہے۔

اس منصوبے کی تائید وتشریح امریکی وزیر خارجہ کولن پاویل نے بھی اس وقت کر ڈالی جب وہ امریکی یہودیوں کی مشہور اور فعال تنظیم ایپاک (AIPAK) کو خطاب کر رہے تھے، انھوں نے کہا ''تم فکر نہ کرو اور نہ جلدی میں بدگمانی سے کام لو، ہم صدام کو اس کے اسلحوں سے محروم کردیں گے، عراق کو آزاد کرائیں گے، ہم ہمیشہ کے لئے اسرائیل کو ملنے والی دھمکیوں کا خاتمہ کردیں گے، ہمیں یہ فراموش نہ کرنا چاہئے کہ صدام کے علاج سے اسرائیل بھی متاثر ہوگا، ہم سب اسرائیل کی خوش حالی اور امن کے لئے ذمہ دار ہیں، یہ ہمارا قومی فریضہ ہے''، انھوں نے مزید کہا: ''ہم اسرائیل کے ساتھ اس وقت سے ہیں جب سے وہ قائم ہوا ہے۔''

اس جلسہ میں موجود اسرائیلی وزیر خارجہ نے کہا کہ اسرائیل عراق کی جنگ میں شریک امریکی وبرطانوی فوجوں کے لئے دعا کرتا ہے، یہ سب بڑی بہادری سے جنگ لڑ رہے ہیں تاکہ تاریخی اور مذہبی مقصد پورا ہوجائے جو مشرق وسطیٰ میں نئی امیدوں کے لئے راستہ کھول دے گا''۔

اس بیان سے دو ماہ قبل جنوری کے آخری ہفتہ میں پنٹاگن میں سی.آئی.اے کے چوٹی کے ذمہ داروں کا ایک اجتماع منعقد ہوا جس میں ایک یہودی مفکر ومصنف مائیکل روشتن بھی شریک تھا، جس کا یہ خیال اور عقیدہ تھا کہ ہوسکتا ہے اسامہ بن لادن عراق کے کسی غار میں چھپا ہو، اس لئے کہ تورات میں اس طرح کی پیشینگوئی پائی جاتی ہے، بجائے اس کے کہ ان خیالات کو خرافات اور مجذوب کی بڑ سے تعبیر کیا جاتا، سی.آئی.اے اور پینٹاگن کے ذمہ داروں نے بڑے ادب واحترام اور توجہ سے سنا۔

ایک یہودی مفکر بل کیلر کہتا ہے کہ امریکہ نے صرف اور صرف اسرائیل کے مذہبی جذبے کی تکمیل کی خاطر اپنے لاکھوں فوجیوں کو عراق بھیجا ہے، اس لئے اسرائیل بھی شروع ہی

سے اس جنگ سے پوری دلچسپی لے رہا تھا بلکہ وہ اس کھیل میں بنیادی کردار ادا کر رہا تھا اور امریکی میڈیا اور سیاستداں بھی ظاہر کر رہے تھے جیسے اسرائیل کو اس سے کوئی تعلق نہیں، اسی لئے امریکی انتظامیہ نے اس جنگ کی حمایت کرنے والے ملکوں میں اسرائیل کا نام نہیں لیا۔ خود پینٹاگن کی ایک رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ سابق اسرائیلی وزیر اعظم بنیامن نتنیاہو کی فرمائش پر بل کلنٹن کے تین اعلیٰ یہودی مشیروں رچرڈ پیرل، ڈگلس پیٹ اور ڈیوڈ ورمسر نے (جو آجکل بش انتظامیہ میں اعلیٰ مشیروں کے عہدوں پر فائز ہیں) مستقبل کا عظیم اسرائیل کے عنوان سے ایک دستاویز تیار کی تھی، اس کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ صدام کو راستے سے ہٹا دیا جائے اور عراق پر قبضہ کر کے ''نیل سے فرات تک'' کے منصوبے کے دوسرے جز پر عمل درآمد کیا جائے، بل کلنٹن کے دور صدارت میں تو اس منصوبے کی تنفیذ نہ ہو سکی اس لئے کہ انھوں نے صدام کو ہٹانے کی خاطر پورے عراق پر بمباری کے منصوبے کو مسترد کر دیا تھا، اس کی وجہ سے انھیں یہودیوں کے انتقام کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ ان تین یہودی منصوبہ سازوں نے بش جونیر کے دور میں افغانستان اور عراق پر قبضہ کر کے اسرائیل کو بڑے خطرات سے محفوظ کر دیا ہے، چنانچہ بش کے اعلیٰ فوجی مشیر (یہودی) بلکہ وہائٹ ہاؤس کے عقل کل اور پردے کے پیچھے سرگرم عمل کیرل روب نے بڑے فخر و غرور سے کہا کہ ''یہ جنگ امریکہ کے یہودی دوستوں کے لئے صدر کی طرف سے پیشگی لیکن بڑا قیمتی تحفہ ہے'' خصوصاً ان کروڑوں انجلیکن عیسائیوں کے لئے جو اسرائیل کی محبت میں سرشار ہیں، اس گروہ کی تعلیمات کہتی ہیں کہ حضرت عیسیٰ اس وقت دوبارہ تشریف لائیں گے جب سارے یہودی فلسطین میں جمع ہو جائیں گے''۔

اس جنگ سے پہلے امریکی یہودیوں کے درمیان عراق پر حملے کے متعلق جو سروے کرایا گیا تھا اس میں یہودی تنظیموں اور افراد سب نے پوری قوت سے عراق پر حملے کی تائید کی تھی، دوسری طرف یہودی میڈیا نے عربوں کے خلاف تیار کی گئی تمام فلموں کو ٹیلیویژن پر پیش کرنے میں بڑی سرگرمی دکھائی، اس کے ساتھ عیسائی مبلغین کو عراق میں تبلیغ کے لئے تیاری کی مہم چلائی گئی امریکی فوجیوں اور کمانڈروں کے لئے مخصوص مذہبی لیکچرس کا انتظام کرایا گیا، عام فوجیوں کو تورات کی پیشگوئیوں پر یقین اور اس جنگ میں حصہ لینے والوں کو جنت کی خوش خبری دی گئی، ہر فوجی کو یہ مذہبی لٹریچر مہیا کیا گیا اور پوری طرح اس کو یہ یقین دلایا گیا کہ یہ صلیبی جنگ ہے اور بہت مقدس جنگ ہے چنانچہ جب یہ فوجی عراق آئے تو انھیں فوجی اقدام سے پہلے دعائیں کرتے پایا گیا، ایک نے تو کہا کہ ہماری دلی تمنا تھی کہ مذہبی جذبے کی تکمیل کا ہمیں موقع ملے، لیکن یہ جنگ بہت جلد ختم ہو گئی اور ہماری تمنا ہمارے دل میں ہی رہ گئی۔ دوسری طرف عراق سے جو رپورٹیں آ رہی ہیں ان میں یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ امریکی برطانوی فوجیوں کے پیچھے مسیحی مبلغین مذہبی لٹریچر اور غذائی و طبی ساز و سامان کے ساتھ چل رہے ہیں، ایک گروہ جنوبی عراق میں دو سو ملین ڈالر کی غذائی اشیاء اور طبی آلات و دواؤں کے ساتھ داخل ہو گیا ہے، انھوں نے عراقی بچوں اور نوجوانوں کو مالی و غذائی امداد مہیا کرنے کے ساتھ مذہبی لٹریچر بھی دیا، انجیل کے نسخے دئے، جو خوبصورت عربی حروف میں چھاپے گئے تھے، فرانسیسی اخبار لوموند میں ایک مسیحی مبلغ ہنری ٹنک کا مقالہ شائع ہوا ہے جس میں اس نے لکھا ہے کہ امریکی و برطانوی فوج کے ساتھ مسیحی مبلغین، ڈاکٹرس اور نرسیں بھی ہیں، ایک تعداد تو فوج کے ساتھ پہلے ہی مرحلہ میں بغداد میں داخل ہو گئی، دوسرا گروہ طبی ساز و سامان کے ساتھ اردن اور کویت کے راستے آیا، چونکہ یہ دینی اور مذہبی جنگ ہے اس لئے امریکی ذمہ داروں نے اس جذبہ سے ان مسیحی مبلغین کی بھرپور مدد کی ہے اور ان کو فوجی محافظ بھی دئے ہیں، یہ مسیحی مبلغین مقالہ نگار کے بقول مسلمانوں کے خلاف شدید ترین نفرت کے جذبات رکھتے ہیں، صدر بش کی وہ تقریر ہر مبلغ اور امریکی فوجی کے پاس ہے جس میں انھوں نے ۱۱ر ستمبر کے بعد صلیبی جنگ کا تذکرہ کیا تھا۔

بش نے عراق پر قبضہ سے پہلے ہی اس کے مقاصد کی تشریح کرتے ہوئے کہا تھا کہ اس جنگ سے اسرائیل اور فلسطین کا مسئلہ ہمیشہ کے لئے حل ہو جائے گا، یہ میری ذاتی ذمہ داری ہے، لیکن مبصرین کہتے ہیں کہ عالمی رائے عامہ کی توجہ اسرائیل کی طرف سے ہٹانے خصوصاً عربوں کو گمراہ کرنے کے لئے انھوں نے یہ بیان دیا تھا، ورنہ وہ یہ کام اس جنگ سے پہلے کر سکتے تھے، امریکی دانشور بل کیلر کا تاثر یہ ہے کہ عراق پر قبضہ کے بعد اسرائیل کے غرور اور تشدد میں مزید اضافہ ہو جائے گا اور وہ پہلے سے زیادہ ضدی بن جائے گا۔

یہ تو اس جنگ کا ایک پہلو ہے جو سامنے آیا ہے اور جو مختلف اور مستند ذرائع سے ثابت کرتے ہیں کہ بش کے نے جب ۱۱ر ستمبر کے بعد کہا تھا کہ یہ صلیبی جنگ ہے تو انھوں نے افغانستان اور عراق پر قبضہ کر کے عیسائیوں اور یہودیوں دونوں کو صدیوں کے بعد نئی زندگی کا تحفہ دیا ہے، اس کے علاوہ پوری اسلامی دنیا کو اسلامی شناخت اور اس کی مخصوص آئیڈیالوجی سے محروم کرنے کے لئے ذہنی و تہذیبی ارتداد کے سانچے میں ڈھالنے کا بہت بڑا منصوبہ رکھتے ہیں، اس منصوبہ کے پہلے حصہ کی تنفیذ کا آغاز ۱۹۸۳ء سے ہو چکا ہے، یعنی اسلامی دنیا کے نصاب

اور نظام تعلیم کو سیکولر بنانے کا کام مصر میں ہو رہا ہے، اس مقصد کے لئے مصری، امریکی اور اسرائیلی نمائندوں کی نشستیں قاہرہ میں مسلسل ہو رہی ہیں اور مرحلہ وار ایسی کتابیں تیار کی جا رہی ہیں جن کو پڑھ کر سیکولر انسان تیار ہوگا اور وہ مغربی نظام تعلیم کے مطابق اچھا شہری ہوگا کسی دین مذہب اور اخلاقی قدروں کا پابند نہ ہوگا۔ اس موضوع پر بعد میں کچھ عرض کیا جائے گا۔

عراقی جنگ کا دوسرا پہلو جو صدام کے حامیوں اور کسی حد تک مخالفوں دونوں کے لئے پہیلی ہے وہ یہ کہ کیا یہ جنگ بش اور صدام کے درمیان ٹورا کشی کی طرح تھی جس میں پہلے سے دونوں فریق تماشہ بینوں کو بیوقوف بنانے پر متفق ہو جاتے ہیں، خلیجی جنگ کی طرح اس جنگ میں بھی مغربی میڈیا نے پنٹاگن کے زیر سایہ جھوٹ اور فریب کا نیا ریکارڈ قائم کیا ہے، سچ اور حقیقت کو برداشت نہ کرنے اور پروپیگنڈے کے شور میں اس کو دبا دینے کے لئے امریکہ جیسے سپر پاور نے سارے وسائل جھونک دئے، اور دوسری طرف ساری دنیا میں جنگ کے خلاف احتجاجی مظاہروں اور سول نافرمانیوں پر نہ صرف یہ کہ امریکہ و برطانیہ نے کان نہیں دھرا بلکہ جمہوری قدروں کو پاؤں تلے روند ڈالا اور فرعونیت و چنگیزیت کو پیچھے چھوڑ دیا، چونکہ دونوں جنگوں (افغانستان و عراق) میں مسلمان نشانہ تھے اس لئے صلیبی جنگ میں درندگی سے کام لیا گیا جس کا مظاہرہ عیسائیوں نے اس وقت کیا تھا جب انھوں نے بیت المقدس پر قبضہ کیا تھا اور پورے شہر کو عورتوں اور بچوں اور نوجوانوں اور بوڑھوں کو قتل کر کے لاشوں کے اتنے انبار لگا دئے کہ گھوڑوں کے پاؤں ان میں دھنس جاتے تھے۔

یہ جنگ بھی افغانستان پر امریکی یورش کی طرح یکطرفہ جنگ تھی اس میں دنیا کی تمام طاقتوں نے مل کر عراق کے ہاتھ پاؤں زنجیروں سے جکڑ دئے، پھر چاروں طرف سے جدید ترین تباہ کن اسلحہ سے لیس ہو کر حملہ کر دیا تھا تاکہ بزدلی کے میدان میں بھی نیا ریکارڈ قائم کیا جائے۔

۱۱ر ستمبر کا ڈرامہ فی نفسہ دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی ایسی مثال ہے کہ اس کے بعد جھوٹ کے نئے ریکارڈ قائم ہوتے رہے اور یہ سلسلہ جاری ہے۔

مثلاً دن رات القاعدہ تنظیم کی ہلاکت خیزی اور اس کی غیر معمولی قوت اور ایٹمی اسلحہ پر گرفت کی خبریں دی جاتی رہیں، اس طرح عراقی ریپبلکن گارڈ کی غیر معمولی فوجی طاقت اور ناقابل تسخیر قیادت کو ہولناک بنا کر پیش کیا جاتا رہا، عراق کے جراثیمی ہتھیاروں، زہریلی گیس اور اسکڈ میزائلوں کے اندر قیامت خیز تباہی کی صلاحیتوں پر ماہرین، سفارت کار اور خفیہ ایجنسیوں کے انکشافات اور تحقیقات کے ڈھیر لگائے جاتے رہے، لیکن نہ افغانستان کی جنگ میں القاعدہ کی ان صلاحیتوں کا اظہار ہوا، اور نہ ہی توقع کے مطابق عراق پر حملے کے دوران افسانوی ریپبلکن گارڈ کی طاقت سامنے آئی، البتہ عراقی وزیر اطلاعات سعید الصحاف کے ہوائی بیانات کا زور و شور سے پروپیگنڈہ کیا جاتا رہا، سعید الصحاف کے بارے میں بھی شبہ ہے کہ امریکی حکمت عملی کو نافذ کرنے کا وہ ذریعہ تھے اور جس طرح صدام حسین کی بارہ شبہیں تھیں اسی طرح سعید الصحاف عراقی وزیر اطلاعات نہیں بلکہ امریکی وزیر اطلاعات تھے جو پنٹاگن کی طے شدہ حکمت عملی کا اعلان کر رہے تھے اور بار بار کہہ رہے تھے کہ ہم غیر روایتی طریقہ جنگ سے دشمن کو تباہ کر دیں گے۔

جنگ سے پہلے مغربی میڈیا میں بار بار یہ خبریں دی گئیں کہ عراقی فوجیوں کو مختلف ڈویژنوں میں تقسیم کر کے صدام کے صاحبزادوں عدی اور قصی کے سپرد اس کی کمان کر دی گئی ہے لیکن ان بلند اقبال صاحبزادوں اور ان کے ماتحت فوجیوں کا کہیں پتہ نہیں چلا، جنگ کے دوسرے ہی دن کرکوک، موصل اربیل، السلیمانیہ اور ترکی و ایران اور کرد علاقوں میں متعین عراقی فوجیں کیوں انتہائی خاموشی سے سرحدوں کو چھوڑ کر چلی گئیں، شوان کے علاقہ میں عراقی ڈویژن ۱۷ متعین تھی جو صرف کردوں کے مقابلہ کے لئے مخصوص تھی اتنی بڑی فوج اچانک اس طرح غائب ہو گئی جیسے گدھے کے سر سے سینگ..... اتنے بڑے واقعے پیش آ گئے لیکن یہودی میڈیا نے اس فوجی پسپائی کی خبر ہی نہیں دی۔

پوری دنیا کے فوجی ماہرین یہ پیشینگوئی کر رہے تھے کہ بغداد میں داخلہ اس وقت تک ممکن نہیں جب کہ لاشوں کے انبار نہ لگ جائیں لیکن اتنی آسانی سے امریکی فوجیں بغداد میں گھس گئیں کہ ان ماہرین کی عقلیں جواب دے گئیں، ایسا کیوں ہوا، خود صدام اس طویل عرصہ میں کیوں سامنے نہیں آئے۔

ان کے محبوب اور قابل اعتماد رفیق جارجیا کے مہاجر اور مشہور مسیحی مبلغ ڈاکٹر طارق حنا عزیز بھی سامنے نہیں آئے اور نہ ہی امریکی میڈیا نے ان کی کوئی خبر ہی دی حتی کہ یہ بھی نہیں بتایا کہ وہ امریکہ کے انتہائی مطلوب افراد ہیں جن کی تلاش جاری ہے۔

یہ بھی معمہ ہے کہ عراقی عوام کو آخر تک پتہ نہیں چلا کہ جنگ ہو رہی ہے، عراقی ریڈیو، ٹی وی پر صرف صدام کے گن گائے جاتے رہے یا سعید الصحاف کے بیانات تھے، امریکہ کی وحشیانہ بمباری سے بچنے کی ہدایت بھی انھیں نہیں دی گئی، نہ بلیک آؤٹ کیا گیا، نہ ہی شہری دفاع کے بارے میں کوئی ہدایت عام شہریوں کو دی گئی، جو عراقی اور فلسطینی امریکی حملوں کے خلاف مقابلہ کی نیت سے اردن اور کویت کی سرحد سے داخل ہوئے ان کو گرفتار کر لیا گیا، ایسا کیوں ہوا؟ (جاری ہے.....)

☆☆☆

سفرنامہ

از: ڈاکٹر سید محمد انس ندوی

آسٹریلیا کا ایک سفر

۱۱ر ستمبر کے واقعہ کے بعد عالمی منظر نامہ میں جو ممالک خبروں میں ہیں، ان میں ایک آسٹریلیا بھی ہے۔ اس لئے راقم سطور کو مولانا ابوسحبان روح القدس ندوی کے توسط سے جب آسٹریلیا کا ایک سفرنامہ ملا تو اس نے اسے نگاہِ شوق سے پڑھا۔

اس سفرنامہ میں جہاں آسٹریلیا کے قدرتی مناظر، خوبصورت پرندوں، نیلے نیلے سمندر، رنگ برنگی مچھلیوں، اور کنگارو کے ساتھ ساتھ ان جھاڑیوں کا تذکرہ ہے جن میں اکثر آگ لگ جایا کرتی ہے ـــــ تو وہیں اس مضمون میں آسٹریلیا میں مسلمانوں کو درپیش چیلنجز، ان کی دینی اور دعوتی سرگرمیوں کی ایک ہلکی سی جھلک بھی دکھائی دیتی ہے ـــــ جس میں امکانات بھی ہیں اور اندیشے بھی۔ اب یہ وہاں کے مسلمانوں کی حکمت وبصیرت پر موقوف ہے کہ کس طرح وہ اندیشوں کے نرغوں سے نکلتے اور امکانات کے دائروں کو اپنے لئے وسیع کر لیتے ہیں۔

فاضل مضمون نگار کو آسٹریلیا کے تین شہروں ملبورن، کبرا اور سڈنی جانے کا اتفاق ہوا۔ ان شہروں کی نظافت کے علاوہ ان کے اپنے میزبانوں کی ضیافت نے بھی انہیں یقیناً متاثر کیا ہوگا جس کا انہوں نے اپنے مضمون میں تذکرہ بھی کیا تھا لیکن ہم نے طوالت کے خوف سے اسے حذف کر دیا ہے اور تعمیر حیات کے دسترخوان کے لئے اس سفرنامہ کے صرف اتنے حصہ کو باقی رکھا ہے جو ہمارے قارئین کو فکری غذا فراہم کر سکے، البتہ غذا کے ساتھ نمک سلیمانی کی رعایت بھی کی گئی ہے۔ (ا۔ش)

ملبورن شہر میں

ملبورن شہر جس کی آبادی بمشکل ۴ر لاکھ ہوگی بہت خوبصورت اور بارونق ہے اس شہر میں امریکہ جیسی مالداری اور یورپ کی روایتی تہذیب کا امتزاج بخوبی نظر آیا، دریائے یارا کے کنارے بسے اس شہر کا حسن قابل دید ہے، نہایت کشادہ اور سیدھی سڑکوں پر کاروں، بسوں کے علاوہ ٹرام اور سیاحوں کی تفریح کے لئے شاندار گھوڑا گھیاں بکثرت دوڑتی نظر آئیں، یہ شہر میونخ سے بہت مشابہ ہے، یہاں موسم بہت جلد جلد بدلتا رہتا ہے، بارش اور دھوپ میں گویا آنکھ مچولی ہو رہی ہو، آب وہوا قدرے خنک ہے شہر کے اطراف میں اور کچھ پہاڑیاں اور جنگلات ہیں جہاں ٹھنڈک میں اضافہ ہو جاتا ہے، اس شہر میں بکثرت سیاح نظر آئے عموماً قریبی ممالک چین، ویتنام، سنگاپور اور انڈونیشیا کے لوگوں کی تعداد زیادہ نظر آئی، مسلم ممالک سے ترک وطن کر کے آنے والے لوگوں میں ترکی اور لبنانی لوگ زیادہ ہیں، یہاں افریقی اور کالے خال خال ہی نظر آئے، مسلمانوں کی تعداد ملبورن میں خاصی ہے ان کی کئی مسجدیں اور اسلامی سنٹر ہیں ہمارے ہوٹل کے قریب تر جو مسجد تھی وہ تقریباً ۳ر کلومیٹر کے فاصلے پر تھی۔

دوسرے دن ملبورن شہر سے تقریباً ۳۰ر کلو میٹر فاصلے پر ڈنڈی ننگ ہل نام کی ایک مشہور پہاڑی پر سائٹ سین کوچ کے ذریعے گئے، اونچے اونچے درختوں اور گھنے جنگلوں سے گھری اس پہاڑی پر کچھ پکنک اسپاٹ بنائے گئے ہیں، کہیں کہیں مختصر آبادیاں تھیں البتہ جگہ جگہ کیفے اور ریسٹورانٹ نظر آئے جو سیاحوں کی وجہ سے کافی آباد رہتے ہیں، یہاں لوگ خاص طور سے آسٹریلین پرندوں کو دیکھنے کے لئے آتے ہیں، ڈرائیور نے ایک پکنک اسپاٹ پر بس روکی اور اعلان کیا کہ یہاں ایک گھنٹہ رکیں گے اور اس دوران آپ لوگوں کی ایک خاص قسم کی خوشبودار چائے اور ہلکے ناشتے سے تواضع کی جائیگی، واقعتاً چائے بہت اچھی بنائی گئی تھی، ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں کے جھونکے میں گرم گرم چائے کی خوشبو بہت پر کیف لگ رہی تھی، بار بار ڈرائیور کی تاکید سنائی دے رہی تھی کہ یہاں جنگل میں کسی قسم کا کوئی کوڑا (بسکٹ وکیک کی پیکنگ اور کاغذ کے ٹکڑے وغیرہ) نہ پھینکیں، جگہ جگہ تختیوں پر بھی لکھا نظر آیا کہ ''برائے مہربانی اپنا کوڑا اپنے ساتھ لے جائیں'' یہ جگہ فطری خوبصورتی سے مالا مال تھی موسم بھی بہت پُر بہار تھا کچھ دیر قبل ہی ہلکی بارش ہو چکی تھی اس لئے پورا ماحول نم نم تھا، اونچے اونچے درختوں پر طرح طرح کے پرندے چہچہا رہے تھے، ہری ہری شاخوں پر انتہائی شوخ وشنگ اور سرخ رنگ کے طوطے بہت اچھے لگ رہے تھے، پاس ہی ایک چھوٹی سی دوکان پر پرندوں کو کھلانے کے لئے دانے فروخت ہو رہے تھے، بچے اور بڑے سب ہی ہاتھوں میں دانے لئے طوطوں کو اپنی طرف لبھانے میں مشغول تھے، یہاں کے پرندے بھی اس عمل سے اتنے مانوس ہو چکے ہیں کہ جیسے ہی آپ اپنی ہتھیلی پر دانے رکھ کر ہاتھ اوپر اٹھائیں، دیکھتے ہی دیکھتے طوطے آپ کے ہاتھوں پر آکر بیٹھ جاتے ہیں اور بے خوف وخطر دانہ چگنے لگتے ہیں، ان خوبصورت مناظر کو لوگ اپنے اپنے کیمرے اور ویڈیو میں محفوظ کر رہے تھے، بچے زیادہ سے زیادہ پرندوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے میں گویا ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش کر رہے تھے، ایک گھنٹہ

بہت تیزی سے گذر گیا۔

آسٹریلیا میں صفائی ستھرائی کا اہتمام امریکہ و یورپ کے مقابلے میں زیادہ نظر آیا، اس سلسلے میں جس چیز نے متوجہ کیا وہ قابل ذکر ہے، ملبورن میں سنٹرل سٹی میں بگھیاں دو انتہائی شاندار، خوبصورت اور قوی الجثہ گھوڑے کھینچتے ہیں، مگر سڑک پر کہیں لید نہیں کرتے غور کیا تو دیکھا کہ گھوڑوں کی دم کے نیچے ایک خاص قسم کا چمڑے کا بیگ بندھا ہوا ہے لہٰذا لید سڑک پر پھیلنے کے بجائے اسی میں محفوظ ہو جاتی ہے جسے کوڑے دان میں خالی کر دیا جاتا ہے، لندن میں بگھنگم پیلس سے مختلف موقعوں سے گھڑ سواروں کے جلو میں شاہی بگھی نکلتی رہتی ہے، اس دوران گھوڑوں کی لید سے راستے گندے ہوتے ہی ہیں، حیرت اس پر ہو رہی تھی کہ نظافت کا یہ اچھوتا آسٹریلین طریقہ کار برٹش کو کیوں نہ سوجھا؟!

کبرا میں

ملبورن میں دو دن قیام کے بعد کبرا کا، جو آسٹریلیا کی راجدھانی ہے بذریعہ بس سفر کیا، اندازہ تھا کہ تقریباً ۶۰۰ کلومیٹر کی مسافت ہوگی، رات کا سفر تھا، لگژری کوچ (Coach) اور بے داغ شاہراہ.... بہت پرسکون سفر تھا لہٰذا گہری نیند کی آغوش میں جاتے دیر نہ لگی، رات کا آخری پہر ہوگا اچانک ایک زوردار جھٹکے سے بس رک گئی جیسے کوئی چیز آ ٹکرائی ہو، سوئے ہوئے مسافر اٹھ چکے تھے ہر ایک کی زبان پر تھا (What Happened?) (کیا ہوا؟) معلوم ہوا کہ شاہراہ کی ریلنگ پھلانگ کر ایک کنگارو بس سے آ ٹکرایا تھا، ٹکر اتنی زوردار تھی کہ کنگارو نے فوراً دم توڑ دیا تھا، اسے کنارے کر کے بس دوبارہ روانہ ہوئی اور علی الصبح کبرا پہنچ گئے، بس اسٹاپ کے قریب ہی ایک ہوٹل میں کمرہ مل گیا، کبرا بہت چھوٹا سا مگر انتہائی خوبصورت شہر ہے، بڑی پلاننگ کے ساتھ اسے بسایا گیا ہے، درمیان شہر میں ایک وسیع وعریض مصنوعی جھیل بنائی گئی ہے، نیلگوں جھیل کے کنارے اونچی اونچی شیشے کی طرح چمچماتی عمارتیں اور ان کے سامنے جھیل تک سبزہ زار اور پھولوں کی کیاریاں بہت دلکش اور حسین مناظر پیش کر رہی تھیں، یہاں کی آبادی بمشکل ۱۲ لاکھ ہوگی، یہ وزارتوں، سرکاری دفاتر اور سفارتخانوں کی عمارتوں کا شہر ہے اس سے متعلق لوگوں کے رہائشی علاقے ہیں، درمیان شہر میں کبرا یونیورسٹی اس کے کالجوں اور ہاسٹلوں کے کمپلکس (Complex) ہیں، اس شہر میں ہوٹل اور ریسٹورانٹ بکثرت ہیں، سنٹرل کبرا میں تقریباً ہر بڑی عمارت کے نیچے بڑے بڑے ریسٹورنٹ نظر آئے، جو لنچ اور ڈنر کے اوقات میں خوب آباد رہتے ہیں، جھیل کے کنارے ہی بلیک ماؤنٹین (کالی پہاڑی) پر ۱۹۵ میٹر اونچا ٹاور بنایا گیا ہے جو ٹی وی، ریڈیو ریسیور کا کام دیتا ہے اور ساتھ ہی گھومنے والا ریسٹورنٹ بھی ہے۔

کبرا کی جامع مسجد کی عمارت بالکل نئی اور بہت خوبصورت ہے، مسجد کی عمارت تو چھوٹی ہے مگر اس کا رقبہ کافی وسیع ہے مسجد کے چاروں طرف پیڑ پودے اور خوبصورت لان ہے، عشاء کی نماز میں ۲۵۔۳۰ افراد ہونگے نماز کے بعد سب سے ملاقات وتعارف ہوا اکثر لبنانی اور ترکی تھے کچھ پاکستانی بھی ملے، فلسطینی امام مرکز الدعوۃ کی جانب سے یہاں کے امام ودینی مرشد ہیں، کبرا میں اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں جاننے کا موقع ملا، کبرا میں ان کی تعداد بہت کم ہے اور دور دور رہائش ہے، مرکز الدعوہ اور مسجد کی وجہ سے ایک دوسرے سے ملاقات ہو جاتی ہے، کھانے کا رواج کچھ زیادہ ہی ہے اس لئے ریسٹورنٹ خوب آباد رہتے ہیں، ایک باشندے علی صاحب سے ملاقات رہی، ان کی انگلش اتنی اچھی نہ تھی پھر بھی مافی الضمیر کو اشاروں کی مدد سے سمجھانے کی کوشش کرتے، میں نے پوچھا کہ شروع میں آپ کو یہاں کی زبان نہ جاننے کی وجہ سے کافی دشواری پیش آئی ہوگی تو برجستہ کہا کہ

Brother ! when I came here I have no tongue at all جب میں یہاں آیا تھا میرے پاس تو زبان ہی نہ تھی، حالات اور زندگی کے انار چڑھاؤ انسان کو بہت کچھ سکھا دیتے ہیں، انسان کے اندر اگر حوصلہ، سچی لگن اور عزم مصمم و عمل پیہم کا جذبہ ہو تو بڑی سے بڑی کامیابی کا حصول آسان اور ممکن ہو جاتا ہے، اور ہر طرح کی رکاوٹیں خود بخود دور ہوتی جاتی ہیں۔

سڈنی میں

دوسرے دن شام کی بس سے سڈنی کے لئے بکنگ (Booking) تھی، بس کے ذریعہ سفر نے آسٹریلیا کی سرزمین، اور راستے کی آبادیوں کو قریب سے دیکھنے کا موقع فراہم کیا، فارمنگ کے سلسلے میں آسٹریلیا نے بے مثال ترقی کی ہے۔ غلے سبزی اور پھلوں کے علاوہ انڈے، مرغی گائے، بھیڑ کا گوشت اور ڈیری مصنوعات کا پوری دنیا میں اکسپورٹ (Export) ہوتا ہے، یہاں اٹلی اور یونان سے نقل مکانی کر کے آنے والوں نے فارمنگ میں کافی نام پیدا کیا، لق ودق زمینوں کو قابل کاشت بنایا، یہاں کا شتکاری بیگھوں اور ایکڑ کے بجائے کلومیٹروں میں ہوتی ہے، جگہ جگہ حد نگاہ تک لہلہاتی کھیتیاں اور گائے وبھیڑ کے وسیع وعریض باڑے نظر آئے، راستے میں مسافروں کے آرام، کھانے پینے، پٹرول، ٹیلیفون اور دوسری ضروریات پوری کرنے کے لئے سروس اسٹیشن ہیں جہاں انتہائی اعلیٰ انتظامات ہیں، میکڈولینڈ، وہپی، پیزا ہٹ، اور کنٹا کی فرائڈ چکن کے بورڈ اور ریسٹورنٹ جگہ جگہ نظر آئے۔

تقریباً ۸ بجے رات سڈنی گرے ہاؤنڈ بس اسٹاپ پر پہنچ گیا، سڈنی آسٹریلیا کا سب سے بڑا شہر ہے، سمندر کا نیلا اور گہرا پانی شہر میں کئی اطراف سے در آیا ہے، جس نے اس کی خوبصورتی میں چار چاند لگا دیئے ہیں، یہاں کا موسم معتدل رہتا ہے، زیادہ گرمی نہ زیادہ سردی، گرمی میں ٹمپریچر ۳۰۔۳۵ سے زیادہ نہیں بڑھتا، اس وقت دھوپ میں تمازت ہوتی ہے مگر سایہ میں پہنچتے ہی خوشگوار ٹھنڈک کا احساس ہونے لگتا ہے، پورے آسٹریلیا کی آبادی تقریباً ۲ کروڑ ہے اور سڈنی کی غالباً ۵۔۶ لاکھ، یہاں دنیا کے مختلف

ممالک سے ترک وطن کر کے آئے ہوئے کافی لوگ آباد ہیں، اس دور دراز خطہ زمین میں زیادہ تر لوگوں کو کسب معاش اور بہتر زندگی کی تلاش لے آئی ہے، سڈنی میں عرب اور دوسرے مسلم ممالک سے آئے ہوئے افراد کی تعداد دوسرے شہروں کے مقابلے میں زیادہ ہے، ان میں اکثریت لبنانیوں اور ترکوں کی ہے، جو یہاں کا لیبر (Labour) کلاس ہے، انڈین و پاکستانی عموماً تعلیم یافتہ و پروفیشنل ہیں یا اچھی صنعت و حرفت اور تجارت سے وابستہ ہیں، سڈنی میں مسلم علاقوں میں خاص طور سے لاکمبا اور اوبران میں بکثرت لبنانی اور ٹرکش ریسٹورنٹ ہیں جہاں بھنے ہوئے گوشت کی مختلف ڈشیں (Dishes) ملتی ہیں، ان ریسٹورانوں سے طحینہ وحمص (تل اور چنے کا پیسٹ) شاورما، کوفتہ، تکہ کباب، شیش کباب، ڈونر کباب وغیرہ وغیرہ کی ملی جلی خوشبو اپنے اندر راہگیروں کے لئے مقناطیسی کشش رکھتی ہے۔

اپنے میزبان کے گارڈن کی ایک گوشے میں آم کا درخت نظر آیا جس پر آج کل خوب بور آیا ہوا تھا، وہاں نومبر سے فروری تک گرمی کے مہینے ہیں، ہندوستان میں جون جولائی میں آم کا موسم ہوتا ہے اس کے برعکس وہاں دسمبر و جنوری میں آم کا موسم ہوتا ہے، آم کی باغبانی کا آسٹریلیا میں کامیاب تجربہ کیا گیا ہے، اس رات عشاء کی نماز کمبا کی شاندار مسجد میں ادا کی، اس کے امام اور مفتی تیونس کے ہیں، نماز میں مراکش، الجزائر، لبنان اور ترکی کے نوجوانوں کی بڑی تعداد نظر آئی، لوگوں سے گفتگو کے دوران معلوم ہوا کہ یہ پہلے اسلامی تعلیمات سے کافی دور تھے مگر ۱۱ ستمبر کے واقعہ اور اس کے ردعمل میں رونما ہونے والے حالات نے یہاں کے نوجوانوں کو یکسر بدل دیا، ان کے اندر زبردست اسلامی تبدیلی آگئی ہے اسلام اور اسلامی تعلیمات سے ان نوجوانوں کے تعلق اور لگاؤ کو دیکھ کر بہت مسرت ہوئی۔

دوسرے دن اوبران علاقے میں فیصل اسلامی اسکول جانا ہوا اس اسکول میں ۱۳ سال کی عمر تک مسلمان بچے بچیاں زیر تعلیم ہیں، آسٹریلیا کے حکومتی نصاب تعلیم کے ساتھ قرآن کریم و دینیات کی تعلیم کا نظم ہے، معلمات اور طالبات سبھی پورے اسلامی لباس اور حجاب میں نظر آئیں، سڈنی میں مسلمانوں کے اس طرح کے تین اسکول ہیں جہاں پورے اسلامی ماحول میں ہائی اسکول تک کی تعلیم کا نظم ہے، اساتذہ و معلمات کی تنخواہیں گورنمنٹ کی جانب سے دی جاتی ہیں، جب کہ نظم وضبط اور اداراتی امور سارے ارباب اسکول کے اختیار میں ہوتے ہیں، اوبرن علاقے میں خاص طور سے لبنانی اور ٹرکش مسلمانوں کی کافی تعداد ہے مین روڈ پر ایک عالیشان جامع مسجد ترکی کی طرز تعمیر پر بنائی گئی ہے، بلکہ انقرہ کی جامع مسجد کی ہو بہو نقل ہے، دوسری مسجد مسجد عمر کے نام سے ہے۔

اگلا دن جمعہ کا تھا، نماز جمعہ سڈنی کے قلب میں واقع ایک مسجد میں ادا کی، امام صاحب نے نہایت عمدہ انگریزی میں تقریر کی، چونکہ رمضان المبارک کی آمد آمد تھی اس لئے موضوع صیام و قیام کی اہمیت و فضیلت تھا، نماز کے بعد آدھ گھنٹے تک امام صاحب سے ان کے کمرے میں ملاقات رہی، اسی دن تین سے چار بجے تک کا وقت سڈنی میں (AFIC) ''آسٹریلین فیڈریشن آف اسلامک کونسل'' کے ڈائرکٹر سے ملاقات کا وقت طے تھا، اس لئے امام صاحب سے رخصت ہو کر برک روڈ پر واقع فیڈریشن کے آفس کی جانب چل پڑا، چند دنوں قبل انڈونیشیا کے خوبصورت جزیرے بالی میں دہشت گردانہ حملہ میں تقریباً دو سو آسٹریلین باشندے ہلاک ہو چکے تھے، آسٹریلیا میں مسلمانوں کے خلاف ردعمل کے نتیجے میں وہاں کا ماحول پرامن نہیں رہ گیا تھا، محض شک وشبہ کی بنیاد پر مسلم نوجوانوں خاص کر انڈونیشیا کے مسلم نوجوان حکومت کے عتاب کا نشانہ بن رہے تھے، چونکہ آسٹریلیا میں (AFIC) مسلمانوں کی نمائندہ تنظیم ہے اس لئے امجد صاحب اس کے ذمہ دار ہونے کے ناطے اس میٹنگ میں مدعو تھے۔

امجد صاحب سے یہ ملاقات ہماری دوسری ملاقات ثابت ہوئی، تقریباً ۲۰۔۲۱ سال قبل ریاض میں طالب علمی کے زمانے میں وہاں نوجوانوں کی ایک عالمی تنظیم (WAMY) ''ورلڈ اسمبلی آف مسلم یوتھ'' کی کانفرنس میں شرکت کے لئے تشریف لائے تھے، اس دوران ان سے فجی سے آئے ہوئے مہمان کی حیثیت سے تعارف ہوا تھا، اس وقت بہت ٹوٹی پھوٹی اردو بولتے تھے، مگر آج کی ملاقات میں وہ کافی اچھی اردو بول رہے تھے، وہ کئی سال قبل فجی سے آسٹریلیا منتقل ہو چکے ہیں اور اب ایک بڑی تعظیم کے سربراہ ہیں، انھوں نے بتلایا کہ انگریز بہت کم عمری میں میرے والد کو جو انڈیا میں کانپور کے کسی گاؤں کے رہنے والے تھے فجی لے گئے تھے، انھوں نے بتلایا کہ میرے والد بھوجپوری زبان بولتے تھے، سر کو موڑ، پیر کو گوڑ اور پلنگ کو کھٹیا کہتے تھے۔

افیک (Afic) آسٹریلیا میں مسلمانوں کی سب سے بڑی اور نمائندہ تنظیم ہے، اسلامی اسکول، مدارس، مساجد، مراکز، جمعیات اور دیگر دینی، رفاہی، اجتماعی وثقافتی تنظیمیں اس کی ممبر ہیں، جن کی یہ تنظیم مالی اخلاقی ہر طرح تعاون کرتی ہے، امجد صاحب نے بتلایا کہ آسٹریلیا میں بہت اچھا دینی و تعلیمی کام ہو رہا ہے، حکومت کی طرف سے ہم کو بھرپور تعاون ملتا ہے، دعوتی کام کا وسیع میدان اور مواقع ہیں، آسٹریلین عوام حق کے متلاشی ہیں، اسلامی تعلیمات ان کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہیں، ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم مناسب طریقے سے یہاں کے طرز واسلوب کی رعایت کرتے ہوئے اسلامی تعلیمات کی خوبیاں اس کے افکار ونظریات کو ان کے سامنے پیش کریں، ہمارے اندر کمی ہے کہ ہم یہاں کے عوام کے سامنے ان کی زبان واسلوب میں اسلام کی صحیح ومکمل نمائندگی نہیں کر پاتے، ایسے علماء ومبلغین کی اشد ضرورت ہے جو انگریزی زبان پر عبور رکھتے ہوں، ان کا علم گہرا ہو اور عصر حاضر میں مختلف علمی اور دعوتی تحریکوں، مذاہب وادیان کا مطالعہ وسیع ہو، مزید بتایا کہ ایک بڑی مشکل یہاں یہ ہے کہ ترک وطن کر کے آسٹریلیا میں بس جانے والے مسلمان اپنے

ساتھ اپنی تہذیب وروایات اور مخصوص طرز زندگی کے ساتھ ساتھ فکری ومسلکی اختلافات اور جماعتی وگروہی تعصب کو بھی ساتھ لے کر آئے ہیں اور کم وبیش وطن میں موجود سارے اختلافی مظاہر یہاں بھی آپ کو دیکھنے کو مل جائیں گے، اس کا یہاں کی عوام پر اور خود مسلمانوں پر بحیثیت امت واحدہ بہت برا اثر پڑ رہا ہے۔

ڈارلنگ ہاربر پر بنا وسیع وعریض فش اکوریم قابل دید تھا، اکیوریم اتنا بڑا تھا کہ سرسری طور سے اسے دیکھنے میں دو گھنٹہ صرف ہو گئے سمندر کے نیچے انتہائی مضبوط شیشے کی دیواروں، وسیع وعریض زجاجی کمروں بلکہ ہال کے ذریعہ انواع واقسام کی مچھلیوں کو علیحدہ علیحدہ رکھا گیا تھا، زجاجی سرنگوں میں ٹہلتے ہوئے دائیں بائیں اور اوپر نیچے تیرتی ہوئی بڑی بڑی مچھلیوں کو دیکھا جا سکتا ہے، ان میں شارک مچھلیاں لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر رہی تھیں، انواع واقسام کے آبی حیوانات اور سمندری پودوں کو بالکل فطری آب وہوا اور ماحول میں رکھا گیا تھا، تھوڑی دیر کے لئے مونوریل پر بھی سفر کا لطف اٹھایا، یہ دو ڈبوں کی خوبصورت ٹرین لوہے کے اونچے اونچے ستونوں پر قائم آہنی پٹی پر چلتی ہے اس کے اسٹیشن بھی ۳۰، ۳۵ فٹ کی بلندی پر نظر آتے ہیں، سنٹرل سڈنی میں اونچی اونچی عمارتوں کے ساتھ لگ کر گذرتی ہوئی یہ ٹرین تقریباً ۱۵ کلومیٹر کا ایک راؤنڈ مکمل کرتی ہے، راستے میں اسٹیشنوں پر لوگ اترتے چڑھتے رہتے ہیں، ہر ۵، ۷ منٹ کے بعد دوسری ٹرین مل جاتی ہے، دن بھر کی چہل قدمی نے پوری طرح تھکا دیا تھا، اسی دوران دوپہر کا کھانا ایک چینی ریسٹورانٹ میں کھایا گیا۔

اگلے دن دوشنبہ کو رات میں سفر واپسی تھا، ہم ائرپورٹ کے لئے روانہ ہو گئے، راستے میں کئی جگہ جھاڑیوں میں آگ لگی نظر آئی جسے فائر بریگیڈ والے بجھانے میں لگے ہوئے تھے، دھوئیں کے کثیف مرغولے آسمان سے باتیں کر رہے تھے جس سے فضا تاریک ہو رہی تھی، آسٹریلیا میں جھاڑیوں اور جنگلوں میں آگ لگنے کے واقعات بکثرت پیش آتے ہیں اور یہ آگ تیزی کے ساتھ بڑے رقبے کو اپنی زد میں لے لیتی ہے، خاص طور پر اس سال بارش نہ ہونے کی وجہ سے خشک سالی کا سامنا تھا درخت، پودے، یہاں تک کہ جھاڑیاں سوکھ کر پیلی ہو چکی تھیں ایسے میں معمولی چنگاری کو شعلہ جوالہ بننے میں دیر نہیں لگتی،

سڈنی ائرپورٹ پر سب لوگوں سے رخصت ہو کر اپنے میزبانوں تحسین وتشکر کے جذبات لئے جانب دہلی محو پرواز تھا، دبئی میں ایک دن قیام کر کے دہلی اور پھر الہ آباد واپسی ہو گئی، یہاں رمضان کی رؤیت ہو چکی تھی اور اگلے دن پہلا روزہ تھا اور پھر وہی شب وروز کی مصروفیتیں۔ ☆☆☆☆

شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ (بالاکوٹ) کے مزار پر

مولانا محمد ثانی الحسنی (برادر اکبر مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء) نے ۱۹۵۵ء میں بالاکوٹ میں شاہ اسماعیل شہید کی مزار پر حاضری کے وقت یہ اشعار کہے، ان کا یہ سفر اپنے خال محترم مولانا سید ابوالحسن علی ندوی قدس سرہ کے ساتھ ہوا تھا۔ (محمود حسن حسنی)

اے عظیم المرتبت انسان! تجھ پر ہو سلام
خاک وخوں میں تھا تڑپنا صرف حق کے واسطے
دے جزا تجھ کو قیامت میں خداوند کریم
ہے ضرورت آج تیری جرأت بیدار کی
میں نے اتنا ہی کیا تھا غیب سے آئی صدا
بات تو جب ہے کہ تو اس مرد دانا کی طرح
آج پھر دینِ خدا پر آندھیوں کا زور ہے
بدنصیبی ہے کہ خود اپنے پرائے ہو گئے
خوب ہے وہ مرد جس کو درد ہو اسلام کا
تجھ کو سیدؒ اور اسماعیل دیتے ہیں پیام
عیش کی کیا زندگانی! موت سے ہو ہم کنار

آفتاب علم وتقویٰ میری زبان پر بار بار
تجھ پر نازل رات دن ہو رحمتِ پروردگار
ساری ملت کی طرف سے بے حساب وبے شمار
دین پر پھر سے کیا ہے شرک نے بھرپور وار
دیر سے اس قبر پر تو ہو رہا ہے اشکبار
بے جھجک آگے بڑھے حق پر کرے تن من نثار
گلشنِ اسلام سے روٹھی ہوئی ہے پھر بہار
آج پھر اسلام ہے جبر وتشدد کا شکار
دین کا خادم ہو ان میں اور ہو سب زندہ دار

مولانا محمد ثانی حسنیؒ

کاروان رفتگاں

- ڈاکٹر محمود العارفین (حومیو پیتھ) کے والد محترم جناب اسلام الدین صاحب کا مورخہ ۶/اپریل ۲۰۰۳ء بروز اتوار کو خرم نگر لکھنؤ میں ۷۰/سال کی عمر میں انتقال ہو گیا۔
- مولانا سلطان الہدیٰ ندوی کی خالہ محترمہ ۳/اپریل کو کانپور میں انتقال کر گئیں۔
- جناب حاجی امام الحق صاحب پٹیل نگر گونڈہ کا گذشتہ دنوں انتقال ہو گیا ہے۔ مرحوم تعمیر حیات کے قاری اور قدرداں رہے اور ندوہ سے انہیں عقیدت وتعلق رہا۔
- ڈاکٹر برکت اللہ ندوی (لیکچرار اسٹیٹ یونانی میڈیکل کالج الٰہ آباد) کے بڑے والد جناب محمد جلیل صاحب کا ۲۴/مارچ ۲۰۰۳ء کو ان کے آبائی وطن سون پری مہراج گنج میں انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

قارئین تعمیر حیات سے مرحومین ومرحومات کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

پروفیسر سید ضیاء الحسن ندوی

خوش خصال وخوش کلام

ڈاکٹر محمد اجتباء ندوی

پروفیسر سید ضیاء الحسن صاحب ندوی کا سانحۂ وفات اتنا اچانک ہوا کہ یہ سطریں لکھتے وقت بھی خیال آرہا ہے کہ وہ زندہ ہیں اور متحرک وفعال، ان کا فون یاد وخود آہی رہے ہوں گے، کسی طرح خبر وحادثہ پر دل یقین کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہوتا، یہی وجہ ہے کہ یہ سطریں اتنی تاخیر سے تحریر کی جارہی ہیں، اس کے لئے نہ موئے قلم ساتھ دے رہا ہے اور نہ ذہن ودماغ، ابھی کل جس کی گل افشانیٔ گفتار سے علم وادب کی محفلیں زعفران زار ہوا کرتی تھیں، وہ آج نوحہ کناں اور خاموش وسنسان ہیں اب بھی رہ رہ کر یہ خیال آجاتا ہے کہ ضیاء صاحب آئیں تو فلاں فلاں سفر کے پروگرام بنائے جائیں اور فلاں فلاں کام کے نقشے اور خاکے تیار کئے جائیں، دل کو یہ کیسے سمجھائیں کہ وہ اب نہ ملیں گے اور نہ وہ اپنی صائب رائے سے رہنمائی کرسکیں گے، اب تو صرف یہی امید کی جاسکتی ہے کہ انشاء اللہ جنت الفردوس میں ملاقات ہوگی۔

جن لوگوں کو ضیاء صاحب کے ساتھ سفر وحضر میں چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے، لکھنے پڑھنے، تبادلۂ خیال، مذاکرے، مشورے اور رہنمائی کے تجربے ہیں انھیں محسوس ہورہا ہے کہ وہ کس انمول و گرانقدر ہمدم وہم نشیں سے ہمیشہ کے لئے اور جلد محروم ہوگئے:-

خوش درخشید ولے شعلۂ مستعجل بود

ضیاء صاحب کی طالب علمی کا زمانہ تو کچھ زیادہ یاد نہیں ہے مگر اتنا یاد آتا ہے کہ وہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے طلبہ یونین (الاصلاح) اور النادی العربی کے ذمہ دار رہے، ان کے غیر معمولی حافظہ اور متحرک وسرگرم کارکردگی کے تذکرے کان میں ضرور پڑتے رہے، ابھی بالکل ابتدائی درجات میں زیر تعلیم تھے کہ حفیظ جالندھری کے شاہنامہ اور اردو کے بعض اساتذہ کے اشعار روانی سے سنایا کرتے تھے، تعلیمی مراحل ختم کرنے اور عملی زندگی میں آنے کے بعد اس ملکہ اور قدرت میں مزید اضافہ، وسعت اور استحکام پیدا ہوگیا تھا، جس نے بڑے پیمانہ پر افادہ واستفادہ اور فیضیاب ہونے کے مواقع پیدا کردیئے تھے ان کے بارے میں کشش اور مقبولیت کا یہ ایک عنصر تھا۔

وہ ایک ایسے گھرانہ کے چشم وچراغ تھے جو شرافت، نجابت، وضعداری، ادب وتہذیب کے ساتھ علم ودین اور فکر وفن کا گہوارہ تھا، ان کا دادھیال اور نانہیال دونوں ضلع رائے بریلی میں واقع ہیں، بچپن ہی سے وہ اپنے دو ماموں مولانا عبد السلام قدوائی ندویؒ (سابق استاذ معتمد تعلیم ندوۃ العلماء اور سابق استاذ وناظم دینیات جامعہ ملیہ اسلامیہ) اور مولانا نجم الدین شکیب ندوی (بلند پایہ ادیب وشاعر، استاذ ومربی) سے فیضیاب ہوئے، انھیں لکھنؤ کی علمی، ادبی مجلسوں و فضاؤں کے ساتھ ان دونوں سے بھی علمی، ادبی و شعری ذوق کا وافر حصہ ملا، حمیت وغیرت دینی اور حق شناسی دارالعلوم ندوۃ العلماء کے اساتذہ اور خصوصاً حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی صاحب ندویؒ اور حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب حسنی ندوی دامت برکاتہم کی خدمت وصحبت سے حاصل کی۔

ضیاء صاحب کی شخصیت سازی اور میدانِ عمل میں ہمہ وقت منہمک، سرگرم وفعال بنانے میں ایک تیسرا عنصر ہے جس نے تاریخی و عظیم کردار ادا کیا ہے وہ ہے ان کے برادر بزرگ مولانا سید محمود الحسن صاحب ندوی اور ضیاء صاحب کی رفیقۂ زندگی محترمہ رضیہ سلطانہ صاحبہ کی شخصیت، دونوں ہی مردم گر صلاحیتوں کے مالک ہیں، بھائی نے ابتدا سے علمی زندگی میں مثبت کردار ادا کرنے تک بلکہ زندگی کے آخری لمحہ تک رہبری کی، اور بیوی نے اپنی لیاقت وسلیقہ مندی سے تعلیمی، ادبی اور فرائض منصبی کے پورا کرنے کے لئے یکسو کردیا تھا۔

ضیاء صاحب کی تعلیم کا آغاز دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ابتدائی درجات سے ہوا اور وہاں سے ۱۹۶۰ء میں عالمیت وفضیلت کی سند اچھے نمبروں سے حاصل کی، ۱۹۶۲ء میں جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی سے ہائی اسکول کیا، لکھنؤ واپس جاکر لکھنؤ یونیورسٹی سے فاضل، دبیر کامل، بی، اے اور ۱۹۶۸ء میں امتیازی نمبروں سے عربی میں ایم اے کیا اور گولڈ میڈل سے نوازے گئے، یونیورسٹی میں ریسرچ فیلو اور عارضی لیکچرر بھی مقرر کئے گئے تھے اسی دوران دارالعلوم ندوۃ العلماء نے عربی و انگریزی زبان کی تدریس کے لئے ان کی خدمات حاصل کیں، یہ سلسلہ ۱۹۷۱ء تک جاری رہا، مگر کچھ اسباب کی بناء پر لکھنؤ یونیورسٹی کی ملازمت باقی نہ رہ سکی جس کا انھیں بڑا قلق تھا صرف یونیورسٹی کی ملازمت ختم ہونے کا نہیں، لکھنؤ چھوٹ جانے کا رنج تھا۔

۱۹۷۳ء میں ان کا تقرر شعبۂ اسلامک عرب ایرانین اسٹڈیز، جامعہ ملیہ اسلامیہ میں لکچرر کے طور پر ہوگیا، ۱۹۸۰ء میں ہم سب کے سینئر و

بزرگ اور فاضل گرامی پروفیسر عبد الحلیم صاحب ندوی نے انھیں حیدرآباد انگریزی وغیر ملکی زبانوں کے مرکزی ادارہ کے شعبۂ عربی میں ریڈر کی جگہ پر متعین کیا ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ ان کی نگرانی میں ڈاکٹریٹ کرلیں، مگر اس کے بجائے انہوں نے ''مہجری ادب'' پر ایک کتاب تیار کی جو ''عربی ادب دیار غیر میں'' کے عنوان سے حیدرآباد میں شائع ہوئی، مصنف کا احساس تھا کہ کتاب کے موضوعات تشنہ ہیں وہ اس کی تکمیل کرنا چاہتے تھے۔ دوسال کے بعد جامعہ ملیہ اسلامیہ واپس گئے اور یہاں ریڈر، پروفیسر، صدر شعبہ اور آخر میں

ان کی خوش اخلاقی اور شیریں کلامی نے ان کا حلقہ بہت وسیع کردیا تھا، تعلقات بنانے اور استوار کرنے میں انھیں بڑی قدرت تھی اگر کبھی کسی سے تلخی وتلخ نوائی ہوگئی تو جلد ہی دور کر کے ملنا جلنا شروع کردیا کرتے تھے، اور تعلقات بنائے رکھتے تھے، خدمت اور کسی کے کام آنے کا حوصلہ وجذبہ تھا، مجلسی آداب اور مجلسی گفتگو سے دلوں کو موہ لیتے تھے:- ع
وہ کہیں اور سنا کرے کوئی

ڈین فیکلٹی انسانی علوم والسنہ مقرر کئے گئے، اپنی خوش کلامی، سلیقہ مندی اور موثر انداز سے بات پیش کرنے، اساتذہ اور اراکین جامعہ کے مسائل سے دلچسپی رکھنے کی وجہ سے انجمن اساتذہ کے صدر بھی منتخب کئے گئے، اس کے علاوہ وہ رابطہ ادب اسلامی دہلی شاخ کے نائب صدر، ندوۃ العلماء کی مجلس تحقیقات ونشریات اسلام کے ممبر اور مجلسِ انتظامی کے رکن بھی ہوگئے تھے، انھیں عربی زبان کی خدمت کے صلہ میں صدر جمہوریۂ ہند کی جانب سے سند توصیف اور ایوارڈ بھی عنایت کیا گیا تھا، وہ عرب وہند تعلقات کے سرکاری ادارہ سے شائع ہونے والے عربی رسالہ ''ثقافۃ الھند'' کے ایڈیٹر بھی تھے اور مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندویؒ سے متعلق شاندار نمبر نکالا تھا، ان تمام ذمہ داریوں کو مہارت، لیاقت اور خوش اسلوبی سے انجام دے رہے تھے کہ اچانک ۲۰ر جنوری ۲۰۰۳ء کی صبح پیغام اجل آپہونچا اور اللہ کو پیارے ہوگئے۔

ان کی خوش اخلاقی اور شیریں کلامی نے ان کا حلقہ بہت وسیع کردیا تھا، تعلقات بنانے اور استوار کرنے میں انھیں بڑی قدرت تھی اگر کبھی کسی سے تلخی وتلخ نوائی ہوگئی تو جلد ہی دور کر کے ملنا جلنا شروع کردیا کرتے تھے، اور تعلقات بنائے رکھتے تھے، خدمت اور کسی کے کام آنے کا حوصلہ وجذبہ تھا، مجلسی آداب اور مجلسی گفتگو سے دلوں کو موہ لیتے تھے:- ع

وہ کہیں اور سنا کرے کوئی

ہندو بیرون ہند کی مجلسوں، محفلوں، سیمیناروں اور کانفرنسوں میں شریک ہوتے تھے کئی بار عراق، شام، مصر واردن اور الجزائر وتیونس کا حکومت ہند کے خیر سگالی وفود کے رکن کی حیثیت سے سفر کیا۔

۱۹۸۱ء میں عالمی رابطہ ادب اسلامی کے قیام کے لئے پہلا جلسہ ندوۃ العلماء میں منعقد کیا گیا اس میں شرکت کے بعد سے شاید ہی کوئی سیمینار چھوٹا ہو جس میں وہ صرف شریک ہی نہ ہوئے ہوں بلکہ اس کے روح رواں بن کر نظامت کی ذمہ داری انجام دی اور سیمینار کو کامیابی سے ہمکنار کیا۔

سیر وسیاحت کے شوق اور اس کی افادیت کے پیش نظر وطن کے ہر علاقہ کے علاوہ عالم عرب کے خلیج سے لے کر مراکش تک اور ترکی، بنگلہ دیش وانڈونیشیا کا سفر کیا، انڈونیشیا کے سفر میں ان کی اہلیہ محترمہ بھی ساتھ تھیں، جہاں بھی گئے مؤثر کردار ادا کیا اور لوگ یاد کرتے ہیں۔

ادھر دس بارہ سال سے قلب کے مریض ہوگئے تھے مگر اپنی سرگرمیوں اور اسفار میں اسے بار نہ بننے دیا، بڑی ہمت وحوصلہ سے کام کرتے رہے، کبھی چلتے چلتے ٹھہر جاتے، ان کے رفقاء سفر اور ہم راہی یہ دیکھ کر تشویش میں مبتلا ہوجاتے مگر وہ چند لمحوں کے بعد مسکرا کر آگے بڑھ جاتے تھے گویا انھیں کچھ ہوا ہی نہیں، اس جانب توجہ دلائی گئی تو بڑے اطمینان سے جواب دیا ''گھبرائیں اور فکر نہ کریں، وہی ہوگا جو اللہ کو منظور ہوگا''۔

ضیاء صاحب اردو عربی کے انشاء پرداز تھے اور انگریزی سے بھی اچھی واقفیت رکھتے تھے۔ تینوں زبانوں میں شگفتہ ترجمہ کرتے تھے آل انڈیا ریڈیو کی عربی یونٹ کے پروگراموں میں حصہ لیتے تھے، کانفرنسوں میں برجستہ ترجمہ کرتے تھے، ندوۃ العلماء کے پچاسی سالہ جشن اور مذہب کانفرنس میں متعدد عرب شخصیتوں کی تقریروں کے ترجمہ کئے جسے لوگ اب بھی یاد کرتے ہیں، دارالعلوم ندوۃ العلماء میں تدریس کے دوران عربی اردو میں بہت سے مضامین کے ترجمے کئے اور مقالات لکھے جن کو وہاں سے شائع ہونے والے رسالوں البعث الاسلامی، الرائد، اور تعمیر حیات نے شائع کئے، جامعہ ملیہ اسلامیہ آنے کے بعد بھی انھوں نے متعدد ترجمے اور مضامین تحریر کئے جو رسالہ ''جامعہ'' نے شائع کئے، ان کی ایک کتاب ''مہجری ادب'' سے متعلق، حیدرآباد میں شائع ہوئی جسے پاکستان کے ایک پبلشر نے بھی شائع کیا کتاب اور ان کے تحریر کردہ مضامین سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ادب وانشاء کا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے اور تحریر میں شگفتگی، روانی، سلاست اور تاثیر تھی، ایک نمونہ پیش ہے:-

''رابطہ قلمیہ کے ذکر کے ساتھ اس شاداب گلستانِ ادب کا تذکرہ ضروری ہے، جو زندگی اور سعادت سے بھرپور ہے رابطہ قلمیہ کے ارکان کئی حیثیتوں سے شہد کی مکھیوں سے ملتے جلتے ہیں، ان میں اس جیسی قوت عمل اور سرگرمی خلوص اور تخلیقات کی شیرینی پائی جاتی ہے، جس طرح شہد کی مکھی تختہ ہائے گل پر منڈلاتی رہتی ہے اور نو بہ نو پھولوں اور کلیوں کا رس چوس کر ایک انتہائی خوش ذائقہ اور نفع بخش مشروب تیار کرتی ہے اسی طرح رابطہ کے ادیب و شاعر اپنے اندر پنہاں شیرینیوں سے استفادہ کر کے مفہوم و معنی کا آب حیات کشید کرتے ہیں پھر انسانی معاشرہ پر یہ تمام مفہوم و معنی ایک آسمانی الہام کے طور پر نازل ہوتے ہیں جسے آب حیات کی حیثیت دے کر ان کے قلم نوع انسانی کے تمام افراد کے سامنے پیش کرتے ہیں''

(عربی ادب، ص ۵۶)

انھوں نے رابطہ ادب اسلامی کے سیمینار منعقدہ حیدرآباد میں ایک مضمون (تعلیمی آزادی اور جامعہ ملیہ اسلامیہ) کے عنوان سے پڑھا تھا، اس کی آخری سطریں ملاحظہ ہوں:-

''ثمر آور ہو مادی ترقی و منفعت پسندی کا کہ اس آفتاب شوق کی پہلی کرن نے سرور و امید کے نوزائیدہ چمن کو خاکستر کر دیا، خواب کو حقیقت بنتے تو بہتوں نے دیکھا ہوگا، لیکن یہ قومی و ملی بدنصیبی سے کم نہیں کہ جامعہ جیسی تعلیمی تحریک ایک عرصہ تک عملی حقیقت بنے رہنے کے بعد دوبارہ خواب کی مانند، وقت سحر آنکھوں میں سمٹتی جارہی ہے اور اب تو اسلامیانِ ہند کے دل سے یہی دعا نکلتی ہے''

مردے از غیب بروں آید و کارے بکند

(کاروان ادب، ج ۲ ش ۲، ص ۱۹۱)

ان کی عربی تحریر میں بھی شگفتگی اور کشش تھی، نوبل انعام یافتہ مصری افسانہ نگار نجیب محفوظ سے متعلق ان کا مضمون انشاء و حسن تعبیر کا اچھا نمونہ ہے اسے انھوں نے کالی کٹ اور اس کے بعد استنبول (ترکی) میں منعقدہ عالمی رابطہ ادب اسلامی کے اجلاس میں پڑھا تھا، ان کی آخری عربی تحریر کی چند سطریں نظر نواز ہوں:-

''هناك أساليب عديدة لفهم القرآن و تفهيمه في الهند و في شبه القارة بل الأصح أن يقال في كل قطر يقطنه المسلمون خارج العالم العربي، فهناك من يفضل كتب الشرح و التفسير قبل دراسة القرآن مباشرة، و آخر يؤثر مطالعته الفلسفة و الكلام على مطالعة القرآن رأسا، و البعض لا تحرف أبدا إلى قراءة و منهم كتاب الله اجلالاً و تعظيماً، بل يكتفي بمواعظ الواعظين و خطب المدرسين و تلاوة أئمة الصلاة على أنه ليس من يايتعسر فهمه و يصعب ادراك تعليماته لأنه من كلام رب العالمين المنزل على رحمة للعالمين''

(ثقافة الهند عدد ٤ ص ٦١-١٦٠)

ان اردو و عربی کے مختصر نمونوں سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اگر ضیاء صاحب نے اس جانب پوری توجہ مبذول کی ہوتی تو وہ ایک صاحب طرز ادیب اور نامور انشاء پرداز ہوتے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے درجات بلند کرے اور ان کی آخری آرام گاہ کو مشک و عنبر اور سلام و رحمت کے نور سے روشن رکھے۔

سلام و ریحان و روح و رحمة
علیك و ممدود من الظل سجسج

❁❁❁

ضرورت ہے

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام کو ایسے ندوی فاضل کی ضرورت ہے جو علمی و تحقیقی ذوق رکھتے ہوں اور اخبار و رسائل میں ان کے مضامین شائع ہو چکے ہوں، مجلس تحقیقات مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کی حیات و خدمات کے مختلف پہلوؤں پر علمی و تحقیقی کام کرانا چاہتی ہے۔

جو حضرات اس مقصد سے دلچسپی رکھتے ہوں وہ اپنی درخواست مع ضروری کاغذات کے سکریٹری مجلس تحقیقات کے نام ماہ اپریل ۲۰۰۳ء کے آخر تک دفتر مجلس تحقیقات میں داخل کردیں۔

(مولانا نذر الحفیظ ندوی)
(معاون سکریٹری مجلس تحقیقات)

TheFragranceofEast

انگریزی سہ ماہی فریگرنس کا اگلا شمارہ (اپریل، جون ۲۰۰۳ء) انشاء اللہ جلد ہی منظر عام پر آرہا ہے۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء سے شائع ہونے والے اس جریدے کے خریدار خود بنیں اور اسے اپنے حلقہ احباب میں بھی متعارف کرائیں، نیز اپنی مدت خریداری کی بھی تجدید کرائیں، صرف -/100 روپے زر تعاون درج ذیل پتہ پر ارسال کریں۔

The Manager
The Fragrance of East
Nadwatul- Ulama, Tagore
Marg, Lucknow.226007

ڈاکٹر سید احتشام احمد ندوی
☆ مدینہ منزل نیو سرسید نگر علی گڑھ

مالابار میں اسلامی ثقافت کا ارتقاء

نورِ نبوت کی روشنی جب عربوں میں پھیلی تو اس کے اثرات سب سے پہلے ہندوستان کے ساحلی علاقہ مالابار پر ظاہر ہوئے، عربوں کا تجارتی تعلق مالابار سے بہت قدیم ہے، انہیں تاجروں کے ذریعہ اسلام اس علاقہ میں پہنچا اور حضرت مالک بن دینار نے مالابار میں سات مساجد قائم کیں، عربی زبان کی تعلیم بھی ان مساجد میں شروع ہوگئی، مُرورِ زمانہ کے ساتھ مسلمانوں کی آبادیاں قائم ہوگئیں، اور عربی زبان وادب اور علوم اسلامیہ کی تعلیم مساجد میں جاری رہی، تعجب اس امر پر ہے کہ یہ طریقۂ درس آج بھی مالابار کی بلکہ پورے کیرالا کی مساجد میں رائج ہے جس کو ''درس سسٹم'' کہا جاتا ہے، ہر مسجد دو منزلہ ہوتی ہے، پہلی منزل میں نماز ہوتی ہے، اور دوسری منزل پر طلبہ اور علماء قیام پذیر رہتے ہیں۔

اسلام نے جو بنیادی نظریات پیش کئے ہیں اور اسلامی تعلیمات نے جن اصولوں کو فروغ دیا ہے، ان کے اثرات ہر اس معاشرہ پر ظاہر ہوئے جس میں اسلامی تعلیمات پر عمل ہوتا ہے، توحید، اسلامی مساوات، شادی بیاہ کے رسم ورواج اور اجتماعی زندگی کے مظاہر میں اسلامی نظریات اور اصولوں کا اثر جھلکتا ہے، مثلاً اسلام نے مجسمہ سازی کو ناپسند کیا ہے، عورتوں کے لئے ساتر لباس کو رواج دیا ہے، ان نظریات کے مظاہر ہر مسلم معاشرہ میں نظر آتے ہیں۔

مالابار اور ہندوستان کے دوسرے علاقوں خصوصاً شمالی ہند میں بنیادی فرق یہ ہے کہ مالابار پر عربوں کے اثرات براہِ راست پڑے ہیں، مگر شمالی ہند اور دکن میں جو اسلامی تمدن پیدا ہوا اس پر فارسی اور ترکی اثرات نمایاں ہیں، مالابار میں فارسی کی تعلیم ندارد ہے، اور فارسی اثرات کا نام ونشان نہیں ملتا، ورنہ اس علاقہ پر مسلمانوں نے کچھ عرصہ حکومت کی اس بنا پر اسلامی کلچر جو مالابار میں پیدا ہوا اس پر عربی اثرات بالکل واضح ہیں، خصوصاً دور جدید میں اہل مالابار کا تعلق عربوں سے اور اختلاط ملازمتوں کے باعث زیادہ بڑھ گیا ہے، اس لحاظ سے عرب کلچر کے مظاہر بھی ہم کو اس علاقہ میں بڑی وضاحت سے نظر آتے ہیں، جو شخص بیس سال پچیس سال عربوں کے ساتھ رہ کر واپس اپنے وطن آتا ہے اس کی زندگی اور انداز فکر پر عربوں کے اثرات نمایاں طور پر پڑتے ہیں۔

مالابار کے علاقہ میں جو اسلامی تمدن پیدا ہوا اس میں اسلامی تعلیمات کے اثرات واضح ہیں، یہ بھی ملحوظ رہے کہ بعض عرب قبائل ہجرت کر کے اس علاقہ میں بس گئے ہیں، ان کے نام بھی وہی ہیں جو عرب قبائل میں معروف ہیں، مثلاً بافقیہ قبیلہ، جمل اللیل (۱) قبیلہ، عبدروس قبیلہ، ان کے رسم ورواج میں مقامی تمدن اور عربی اسلامی تمدن کا امتزاج اظہر من الشمس ہے۔

چونکہ اسلامی کلچر اپنے نظریاتی مظاہر سے پہچانا جاتا ہے، آئیڈیالوجی کی ترجمانی مسلم معاشرہ کرتا ہے، مثلاً مسلم علاقوں میں کہیں مجسمے نظر نہ آئیں گے، اس لئے کہ اسلام نے بت پرستی اور بت سازی کی ممانعت کی ہے، اسلام نے عورتوں کو جسم چھپانے کا حکم دیا ہے، مالابار میں ہر مسلمان عورت سر ڈھکتی ہے مگر برقع کا رواج نہیں، آج کل عربوں کے طرز کے لمبے لباس وہ پہنتی ہیں، البتہ چہرہ کھلا رہتا ہے، اس علاقہ کے اسلامی لباس میں ٹوپی اور شیروانی کا کہیں دور دور پتہ نہیں، اس لئے کہ یہ فارسی وترکی اثرات کے مظہر ہیں، عمامہ کا یہاں عام رواج ہے، خصوصاً علماء میں اور عام لوگوں میں بھی۔

مالابار کے مسلم معاشرہ میں ذات پات مطلق موجود نہیں، مسلمان بس مسلمان ہے، شادی بیاہ کی رسموں میں خالص اسلامی طریقہ رائج ہے، گانا بجانا مطلق نہیں، سماجی رسومات بالکل نہیں، البتہ مخصوص گیت جو عربی آمیز ہوتا ہے ''ماپلا گیت'' کہلاتا ہے اور وہ بہت مقبول ہے، کہتے ہیں کہ زبان اگرچہ اس کی ملیالم ہے مگر اُس کے اوزان عربی ہیں، انگریزی میں اس کو MOPLA SONS کہتے ہیں، مسلمانوں نے ایک مخصوص رقص کو رواج دیا ہے، جس میں گانا وہی ہوتا ہے یعنی مایلا پٹوٹ اور رقص معمولی حرکتوں سے اور تالیوں کے ساتھ ہوتا ہے، اور یہ رقص دعا پر ختم ہوتا ہے، اس کو OPENNA کہتے ہیں، یہ بڑا دلکش رقص ہے، صرف لڑکیاں خوشی کے مواقع پر اس کا مظاہرہ کرتی ہیں خصوصاً شادیوں میں۔

اسلامی تمدن کا سب سے عمدہ مظہر مالابار میں وہ زبان ہے جو مسلمانوں نے اس علاقہ میں رواج دی ہے، بلکہ وہ اس کے موجد ہیں، یہاں کے مسلمان ''ماپلا'' کہلاتے ہیں، (۲) ''ماپلا'' مسلمانوں نے ''عربی ملایالم'' کی نشو ونما کی ہے، اس زبان میں انھوں نے شاعری بھی کی ہے اور اس میں وہ اپنے بچوں کو اسلامی تعلیمات بھی دیتے ہیں، عربی

ملایالم دراصل ملایالم زبان ہے جو عربی حروف میں اردو خط نسخ میں لکھی جاتی ہے، مگر ملایالم حروف تہجی جن کی تعداد ۵۲/ ہے اور بعض بہت ہی پیچیدہ ومشکل تلفظ کے حامل ہیں، ان کی شناخت کے لئے عربی ملایالم میں ایک پورا نظام تلفظ کا ایجاد کیا گیا ہے، نقطوں کے ذریعہ، یہ نقطے اوپر نیچے لگائے جاتے ہیں، اگر چہ یہ زبان عربی حروف میں لکھی جاتی ہے مگر غیر مالاباری اس کو نہیں پڑھ سکتا۔

مالابار کے مسلمانوں نے ۷/ ہزار ایسے صباحی وشبینہ مدارس قائم کئے ہیں، جو وقتی، جن میں طلبہ صبح یا شام کو دو گھنٹے آجاتے ہیں اور اس کا پورا نصاب ہے، جس میں تاریخ اسلام، فقہ شافعی، عقائد اسلام، قرآن مجید، حدیثیں اور اسلام کی جملہ تعلیمات کو ابتدائی انداز سے طلبہ کو پانچ برس میں پڑھادیا جاتا ہے، جو طالب علم حکومت کے اسکول جاتا ہے، وہی طالب علم مدرسہ میں صبح کو شام کو یا اسلامی تعلیمات حاصل کرتا ہے، اس طرح حکومت کی تعلیم کے نقصان کے بغیر اس کو اسلامی تعلیمات بھی حاصل ہوجاتی ہیں، یہ ایک تعلیمی سسٹم ہے جو مالابار میں رائج ہے اور اسلامی تہذیب وتمدن کا ضامن ہے۔

لطف یہ ہے کہ ان مدارس میں ذریعہ تعلیم عربی ملایالم ہے، عربی ملایالم کے ذریعہ اسلامی تعلیمات کا نقش بچپن میں قائم ہوجاتا ہے، یہ العلم فی الصغر کالنقش فی الحجر، (علم بچپن میں ایسا ہے جیسے پتھر پر نقش) کا نمونہ ہے۔

شمالی ہند میں جو اردو میں مکاتب کی تحریک چل رہی ہے وہ کل وقتی بھی ہے اور جز وقتی بھی، جز وقتی نظام مکاتب کے سلسلہ میں مالابار کا یہ نظام وہ بھی ملیالم میں ہمیں دعوت فکر ونظر دیتا ہے، کہ ہم نئی نسل کو اسلامی تعلیمات اردو ہی میں اسی انداز پر دے سکتے ہیں، زبان تعلیم اور مذہب اور کلچر سب ایک دوسرے سے پیوست ہیں، خصوصاً اسلامی کلچر اسلام کی بنیادی تعلیمات کی ترجمانی کرتا ہے، مالابار کے علاقہ میں جو اسلامی تمدن منصۂ وجود میں آیا ہے، اس پر اسلامی اثرات پوری طرح پڑے ہیں، وہ تمدن عربوں سے قریب تر ہے، تعجب اس پر ہے کہ اس چھوٹے سے علاقہ نے کس طرح اسلامی قدروں کو سینے سے لگایا ہے، اسلامی تمدن کو جنم دیا ہے اور ہندوستان کے اسلامی کلچر میں امتیاز وافتخار حاصل کیا ہے۔

یہاں یہ نکتہ ملحوظ رہنا چاہئے کہ اسلام ہر جگہ ایک ہے مگر کلچر مقامی اثرات کے باعث بدل جاتا ہے، بنیادی نظریات وہی رہتے ہیں مگر تمدن کی شکلیں مقامی رنگ اختیار کرلیتی ہیں، آسام، بنگال، دہلی، مدراس اور مالابار کا اسلامی کلچر باہم سب مختلف ہیں ہر چند کہ ترجمانی سب اسلام کی کرتے ہیں، یہ کثرت میں وحدت کا نمونہ ہے، مقامی اثرات سے تمدن نشو ونما پاتا ہے، مگر آئیڈیالوجی کا اظہار تمام مظاہر تمدن سے ہوتا ہے، اور مالابار کی اسلامی ثقافت اس میں ممتاز ہے۔

عبارا تنا شتی وحسنك واحد
كل الى ذلك الجمال يشير

ہمارا اظہار بیان مختلف ہے مگر تیرا حسن ایک ہے، یہ سب اسی حسن کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

---

(۱) کہتے ہیں کہ اصلاً یہ جمال اللیل ہے۔

(۲) مالابار کے مسلمان ماپلا کہلاتے ہیں اس کے معنی دولہا کے ہیں، یہ معنی ملایالم میں ہیں، دوسری تاویل یہ ہے کہ ماپلا محلہ سے بنا ہے۔

غزل

منور رانا

ہم کچھ ایسے تیرے دیدار میں کھو جاتے ہیں
جیسے بچے بھرے بازار میں کھو جاتے ہیں

مستقل جو جھنا یادوں سے بہت مشکل ہے
رفتہ رفتہ سبھی گھر بار میں کھو جاتے ہیں

اتنا سانسوں کی رفاقت پہ بھروسہ نہ کرو
سب کے سب مٹی کے انبار میں کھو جاتے ہیں

میری خودداری نے احسان کیا ہے مجھ پر
ورنہ جو جاتے ہیں دربار میں کھو جاتے ہیں

ڈھونڈنے روز نکلتے ہیں مسائل ہم کو
روز ہم سرخی اخبار میں کھو جاتے ہیں

کیا قیامت ہے کہ صحراؤں کے رہنے والے
اپنے گھر کے در ودیوار میں کھو جاتے ہیں

کون پھر ایسے میں تنقید کرے گا تجھ پر
سب تیرے جبہ ودستار میں کھو جاتے ہیں

فقہی سوال و جواب

مولانا مفتی محمد طارق ندوی

سوال: کیا میت کی قبر پر علامت کے لئے کسی چیز کی تختی یا بورڈ وغیرہ لگانا جائز ہے، جس پر آیات قرآنی اور تاریخ وفات وغیرہ نقش ہوں؟

جواب: میت کے قبر پر قرآن کی آیت لکھنا جائز نہیں ہے، نام وسنہ وفات یاد رکھنے کی نیت سے لکھنا مباح ہے۔

سوال: زید کی جمعہ کی نماز فوت ہوگئی تو کیا وہ اب گھر میں دو رکعت نماز پڑھے گا یا ظہر کی نیت سے چار رکعت پڑھے گا؟

جواب: اگر کسی عذر شرعی یا کسی اور سبب کی بناء پر جمعہ کی نماز ادا نہیں کرسکا تو وہ ظہر کی نماز ادا کرے گا۔

سوال: کیا سنتیں اذان سے قبل وقت آنے پر پڑھی جاسکتی ہیں؟

جواب: ہاں وقت آنے کے بعد اذان سے پہلے سنتیں پڑھی جاسکتی ہیں۔

سوال: ایک شخص نومسلم ہے اور اس کو نماز نہیں آتی تو وہ کیا کرے؟

جواب: ایسا نومسلم نماز میں ساری جگہوں پر سبحان اللہ پڑھتا رہے، فرض ادا ہوجائے گا، لیکن ایسا شخص برابر نماز سیکھتا رہے اگر نماز سیکھنے میں کوتاہی کرے گا تو عنداللہ ماخوذ ہوگا۔

سوال: مسجد میں امام کی جگہ پر جو مصلی ہوتا ہے عموماً اس پر مدینہ منورہ وکعبہ شریف کی تصاویر ہوتی ہیں ایسی تصاویر پر بیٹھنا بے ادبی تو نہیں ہے؟

جواب: صورت مسؤلہ میں مذکورہ اقسام کے مصلی استعمال کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔

سوال: بسا اوقات بہت سے لوگ جماعت میں شریک ہونے کے لئے دوڑتے ہیں کیا یہ درست ہے؟

جواب: نہیں، جماعت میں شریک ہونے کے لئے ڈور کر یا تیزی سے نہیں چلنا چاہئے، بلکہ سکون واطمینان سے چلنا چاہئے، حضرت ابوقتادہؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ آپ نے بعض لوگوں کا شور سنا، جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو حضورؐ نے دریافت فرمایا کیا بات تھی ان لوگوں نے عرض کیا ہم لوگ جماعت کی طرف تیزی سے آرہے تھے فرمایا ایسا نہ کرو جب تم نماز کی طرف آؤ تو اطمینان اور سکون کے ساتھ آؤ جتنی نماز مل جائے پڑھ لو اور جو رہ جائے اسے پوری کرلو۔

سوال: زید سنت مؤکدہ ادا کئے بغیر امامت کرتا ہے تو اس کا یہ عمل کیسا ہے؟

جواب: سنت مؤکدہ پڑھ کر امامت کرنا چاہئے، کبھی کبھار بغیر پڑھے امامت کردے تو گنجائش ہے مسلسل ترک کرنا درست نہیں ہے۔

سوال: ایک شخص اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ میرے گھر میں تیری نماز کی نحوست ہے اور میں کافر ہوں کیا یہ کفر ہے؟ اور کیا ایسے شخص کا نکاح باقی رہا؟

جواب: شوہر کا یہ کہنا کہ گھر میں تیری نماز کی نحوست ہے، اور میں کافر ہوں وغیرہ، ان کلمات سے وہ مسلمان نہیں رہا، سچی توبہ اور تجدید ایمان ضروری ہے، اسکی بیوی کا موجودہ حالت میں اس کے ساتھ رہنا شرعاً درست نہیں ہے، تجدید ایمان کے بعد نکاح کرنا ہوگا۔

سوال: کیا بیوی کو طلاق دینے کے بعد اس کی بہن سے شادی کرسکتا ہے؟

جواب: ہاں کرسکتا ہے لیکن اس وقت جب طلاق کی عدت گذر جائے اور اگر حاملہ ہے تو وضع حمل کے بعد اس سے شادی کرسکتا ہے۔

سوال: اگر کسی باپ نے اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح کردیا تو کیا بلوغ کے بعد اسے نکاح کو رد کرنے کا حق ہے؟

جواب: نہیں، صورت مسئولہ میں لڑکی کو بلوغ کے بعد نکاح رد کرنے کا حق نہ ہوگا۔

سوال: کیا نابالغ فرض کے علاوہ وتر، تراویح اور نماز جنازہ کی امامت کرسکتا ہے؟

جواب: نابالغ کے پیچھے بالغین کی کوئی بھی نماز درست نہ ہوگی، خواہ وتر، تراویح، اور نماز جنازہ وغیرہ ہی کیوں نہ ہو۔

سوال: عورتوں کے لئے جمعہ یا عیدین پنج وقتہ نماز باجماعت مسجد کے اندر امام کے پیچھے مسجد کے اوپر پردے کے اندر یا مدرسہ میں جو مسجد سے ملحق ہو اس میں ادا کرنا جائز ہے؟

جواب: عورتوں کے لئے جماعت میں شریک ہونا مکروہ ہے۔

سوال: ایک مطلقہ عورت عدت گذار رہی تھی دوران عدت ان کے پاس نکاح کا پیغام آیا اولیاء نے یہ سمجھ کر کہ طلاق ہوچکی ہے دوران عدت ہی نکاح کردیا یہ نکاح ہوا یا نہیں؟

جواب: مذکورہ بالا صورت میں نکاح نہیں ہوگا، بلکہ عدت کا انتظار کرنا ضروری ہے۔

Resi : 2268177
Mobile : 9415002535
Shop : 2213735
2500667

سونے اور چاندی کی دنیا میں ۷۵ رسالہ دیرینہ نام

حاجی صفی اللہ جیلرس

ہمارا نیا شوروم

گڑبڑجھالہ کے سامنے امین آباد لکھنؤ

پروپرائٹر : محمد اسلم

Haji Safiullah
Jewellers

Opp. Gadbad Jhala, Aminabad, Lucknow.-18

Shop: 260890
Resi: 269562

MOHD. IRFAN
PROPRIETOR

NEW KAREEM JEWELLERS

نیو کریم جویلرس

دوکان نمبر ابلد مارکیٹ ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ لکھنؤ

گلدستۂ حمد وسلام مناجات

از: مولانا محمد ثانی حسنیؒ

جذب وعشق میں ڈوب کر لکھی ہوئی حمد ومناجات اور نعتیں جس کا مطالعہ ایک قاری کو احساس بندگی اور عشق رسول ﷺ سے سرشار کردے گا۔

ہدیہ صرف دس روپے۔ خوبصورت جیبی سائز میں دستیاب ہے۔

مکتبۂ اسلام ۷۲/۵۴، محمد علی لین، گوئن روڈ لکھنؤ۔

Fac 91-512-2462039
2462311
Resi: 2451177

Paradise

LEATHER FINISHERS

Manufacturers & Suppliers Of Finished Leather & Leather Goods

E-Mail:
• PLFsajid1@Radiffmail.com
• PLFsajid1@ Datainfosys.net

MIG-37, K.D.A. COLONY, JAJMAU KANPUR-208010

بمبئی کے قارئین ''تعمیر حیات'' سے

بمبئی کے قارئین ''تعمیر حیات'' سے گذارش ہے کہ ''تعمیر حیات'' کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں، وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔

ALAUDDIN TEA
Tea Merchants
44, Haji Building, S.V. Patel Road,
Null Bazar, Mumbai 400 003
Tele: Add CUPKETTLE Tel.: 3460220, 3468708
Tel. (R) 3095852

۱۲ نمبر اور ۱۲×۲ کی اسپیشل چائے استعمال کیجئے

عالمی خبریں

سید معید اشرف ندوی

اسرائیل میں گزشتہ ایک سال میں تقریباً ایک ہزار کم عمر بچوں نے خودکشی کی کوشش کی ہے، جن میں سے تقریباً ۱۰۰ بچوں کی عمریں ۸ سے ۱۲ کے درمیان بتائی جاتی ہیں۔ چنانچہ پچھلے دنوں ایک اسرائیلی باپ نے یونہی اپنی آٹھ سالہ بیٹی کی ڈائری دیکھنی چاہی تاکہ لڑکی کی ذہنی سوچ کو جان سکے، ڈائری کے اوراق الٹنے پر باپ کے لئے یہ الفاظ بجلی بن کر گرے جو یوں تھے کہ ''میں خودکشی کرنا چاہتی ہوں''۔ یہ الفاظ اس کی بیٹی نے اپنی ڈائری کے متعدد اوراق میں لکھ رکھے تھے، کم عمر بچوں کی بہبود کے لئے اسرائیل میں قائم سرکاری تنظیم کے ایک ذمہ دار کا کہنا ہے کہ اس قدر کم عمری میں بچوں میں خودکشی کے رجحانات کا پایا جانا انتہائی خطرناک ہے، اس کا سبب گھریلو آپسی جھگڑے، بڑوں کی جانب سے بچوں پر جنسی تشدد، زدوکوب، ذہنی اذیت رسانی ہے، اس کے علاوہ والدین جو غشیات کے عادی ہیں، ان بچوں میں بھی خودکشی کا رجحان پیدا کرتا ہے۔

میکسیکو میں مسلمانوں کی آمد کی تاریخ کا علم تو دشوار ہے مگر اس ملک میں ترکی لبنان اور شام کے بہت سے مسلمان آباد ہیں۔

جارج ٹاؤن یونیورسٹی کے جائزے کے مطابق اس وقت میکسیکو میں آباد مسلمانوں میں ۱۰ رفیصد کا تعلق ملک شام سے ہے جبکہ شام اور لبنان کے جملہ مسلمانوں کی تعداد یہاں دو لاکھ سے زائد بتلائی جاتی ہے، یہ لوگ میکسیکو کے امیر طبقے میں شمار کئے جاتے ہیں، جن میں ایک شخص وہ بھی ہے جو جنوبی امریکہ کا سب سے بڑا مالدار تصور کیا جاتا ہے، ان مہاجر مسلمانوں کی یہاں آمد سے قبل مسلمانوں کی تاریخ کا یہاں کوئی وجود نہیں ملتا، ہاں بعض تاریخی شواہد یہ بتلاتے ہیں کہ ۱۶ صدی عیسوی میں سقوط اندلس کے بعد کچھ مسلمان اسپین سے میکسیکو منتقل ہوگئے تھے، یہاں انہوں نے اسلامی دعوت کا کام بھی کیا تھا، اس وقت میکسیکو میں اسلام اور مسلمان کوئی غیر معروف الفاظ نہیں ہیں، اسلام پر کئی تعلیمی اور تحقیقی ادارے کام کررہے ہیں، ۱۹۹۵ء میں میکسیکو میں اسلامی مرکز کا قیام عمل میں آیا اور پچھلے پانچ سالوں میں اس مرکز کے تحت ۵ مساجد بنائی گئیں۔

اخبار جنگ کے مطابق اس وقت دنیا میں ۶۱ اسلامی ممالک پائے جاتے ہیں یہ آذربائیجان، آیوری کوسٹ، اردن، ازبکستان، افغانستان، البانیہ، الجزائر، انڈونیشیا، ایتھوپیا، ایران، بحرین، برکینا فاسو، برونائی، بنگلہ دیش بوسینا، بینن، پاکستان، تاجکستان، ترکمانستان، ترکی، تنزانیہ، تیونس، ٹوگو جبوتی، چاڈ، سری نام، سعودیہ، سوڈان، سیرالیون، سینی گال، شام، صومالیہ، عراق، عمان، فلسطین، قازقستان، قطر، کرغیزستان، کمورو، کویت، لیبیا، ماریطانیہ، مالدیپ، مالی، امارات، مراکش، مصر، ملائیشیا، موزمبیق، نائیجر، نائیجریا، وسطی افریقہ، یمن، اور یوگنڈا ہیں۔

ان ۶۱ ممالک میں مسلمانوں کی تعداد ایک ارب ۴۰ رکروڑ ۳۱ رلاکھ ۵۱ رہزار ہے ان مما لک کا کل رقبہ ۳ رکروڑ ۴۸ رلاکھ ۱۹ رہزار ۷ رسو ۹۰ رکلومیٹر ہے اور ان کے پاس تربیت یافتہ فوج ۶۶ رلاکھ ۷۶ رہزار ۵ رسو ۶۰ رہے اور یہ ہر سال دفاع پر ۷۶ رارب ۹ رسو ۵۰ رملین ڈالر خرچ کرتے ہیں جن کے پاس ایٹم بم میزائل، جہاز اور توپیں ہیں۔

صرف سعودی عرب اپنی فوج پر سالانہ ۲۱ ارب ۸ سو ۷۶ ملین ڈالر خرچ کرتا ہے، ترکی کا دفاعی بجٹ سوا دس ارب ہے، ایران دفاع پر پونے چھ ارب، کویت سوا تین، اتھیوپیا سوا تین، الجیریا تین، مصر پونے تین، عراق، مراکش، عمان اور قطر دو ارب خرچ کرتے ہیں لیکن ایک ارب ۴۰ رکروڑ ۳۱ رلاکھ ۵۱ رہزار مسلمان اور ۶۶ رلاکھ ۷۶ رہزار ۵ رسو ۶۰ رمسلم فوجی عراق کو نہیں بچا سکتے۔

اسی کے ساتھ ساتھ مالدار عرب ممالک اور ایشیاء افریقہ کے مسلمانوں کے مغربی ممالک کے بینکوں میں تقریباً ۸۰۰ ارب ڈالر کی رقوم جمع ہیں جس کو اسلام دشمن طاقتیں اپنی ترقی کے لئے استعمال کررہی ہیں اور دوسری طرف اس رقم کے صرف ایک حصہ کو براہ راست یا عالمی مالیاتی اداروں کے ذریعہ مسلمان ملکوں کو بطور قرض دے کر ان پر تباہ کن شرائط مسلط کرکے ان کی معیشت کو اپنا دست نگر بنا رہی ہیں۔

جب کہ عالمی تجارت میں مسلمانوں کا حصہ صرف ۷ فیصد ہے یہ نتیجہ ہے اسلامی نظام معیشت سے فرار وسودی معیشت پر اصرار کرنے تعلیم سائنس ٹیکنالوجی اور تحقیقی وترقی کے شعبوں کو نظر انداز کرنے مسلمانوں کا آپسی تعاون نہ ہونے نیز مسلمانوں کی دولت مغربی ملکوں میں سرمایہ کاری کرنے کے رجحان کی وجہ سے مادی طاقتوں کو عالم اسلام پر واضح اور فیصلہ کن برتری حاصل ہے۔